خواتین کے لئے ذاکری کے مسوّدات

(دستارۂ یخوارۂ)

تنویر المجالس

بیگم رضا عارف رضوی لکھنؤ

قیمت

نو روپیہ

حسینی مشن۔ محلہ سپاہ۔ جونپور

تعداد ۵۰۰

بارِ اول اگست ۱۹۸۷ء

پبلشر مرزا عباس علی جونپوری

پرنٹر ندائے حق پریس لکھنؤ

قیمت ۹۰ نوّے روپیہ

سول ایجنٹ۔ اردو پبلشرز۔ نظیر آباد۔ لکھنؤ

انتساب

ثانیؑ زہرا، شریکۃ الحسینؑ

جناب زینبؑ کبریٰ صلوٰۃ علیہا

کے نام

جن کے خلوص نے عزائے مظلوم کربلا کی

بنا ڈالی

ایسا تو کوئی گوہر اشکِ عزا نہیں

جس میں خلوص خواہرِ شہ کی ضیا نہیں

پیش لفظ

(از بہ ذاکر فاتح فرات مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ)

بسمہ اللہ سبحانہ۔ ذکر حسینؑ ایک ایسا ذکر ہے جس میں نہ صرف انسان اور جن و ملائکہ اور حوریں شریک ہیں بلکہ خود خالق کائنات بھی شریک رہتا ہے ذکر حسینؑ کا ایک شرف یہ بھی ہے کہ معصوم فرش پر ہے اور ذاکر ممبر کی بلندی پر ذاکر امام مظلوم کی حیثیت سے جس کو بھی بارگاہ معصومین میں قبولیت حاصل ہو گئی یقیناً وہ نجات کا مستحق ہو گیا۔

ہماری ملت میں صرف ممبر ہی وہ ہے جس سے قوم کو بگاڑا بھی جا سکتا ہے بنایا بھی جا سکتا ہے۔ خدا کا شکر ہے ماضی قریب سے ممبر سے ان چیزوں کا بیان بھی ہونے لگا ہے جو ہمارے کردار کی تعمیر میں موثر ثابت ہو رہی ہیں۔ خواتین کو یہ شرف حاصل ہے کہ مصائب میں مجمع عام میں پہلی مرتبہ کسی مرد کی زبان پر جاری نہیں ہوئے بلکہ ذکرِ مظلوم کرنیوالی ایک مقدس خاتون ہی تھیں جس نے بازار کوفہ میں پہلی مجلس پڑھی تھی۔ ذکرِ حسینؑ خواتین کی زبان سے خواتین کے درمیان اسلئے بھی دور حاضر میں ہے کہ کسی قوم کی عورتیں سنبھلیں تو پورا معاشرہ سنبھل جاتا ہے اور خدانہ کردہ عورتیں بگڑ جاتی ہیں تو پورا معاشرہ بگڑ جاتا ہے۔ بیگم عارف رضا رضوی جو گویا میری بھابی ہیں اور ایک بلند پایہ عالم دین کی حقیقی بہن ہیں۔ اس شہر کی ممتاز ذاکرہ ہیں اور سال میں نہ معلوم کسقدر مجلسیں پڑھا کرتی ہیں انھیں کی ترتیب کی ہوئی مجلسوں کا یہ ایک مجموعہ آپکے سامنے ہے سب سے اچھی مجلس وہ ہوتی ہے جو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو جائے۔ خدا کرے کہ یہ ۱۲ مجلسیں ۱۲ معصومین کے صدقے میں بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوں اور بیگم عارف کی ذاکری کی مقبولیت میں اضافہ ہو۔ والسلام کلب صادق ضامن ۴ اکتوبر ۱۹۸۳ء

از جناب روح الملت مولانا سید علی ناصر سعید عبقاتی

باسمہ سبحانہ: - واقعات کربلا کو جس ہستی نے سب سے پہلے دنیا سے روشناس کرایا وہ جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی ہستی تھی حقیقتاً واقعات کربلا کی ذاکری اور خطابت کی بنیاد عظیم علی کی عظیم بیٹی کے ذریعے پڑی۔ اس اعتبار سے تاریخ ذاکری میں خواتین کو مردوں کے مقابل تفوق اور برتری حاصل ہے۔

یوں بھی عزاداری میں خواتین کو کلیدی اہمیت حاصل ہے اس دور میں برصغیر کی خواتین میں ذاکری کا رجحان بڑھ رہا ہے جس کا ثبوت مسودات مجالس کا یہ مجموعہ ہے جو ذاکری کی تعلیم کی پہلی کتابت ہے۔

امید ہے کہ یہ مجموعہ خواتین میں بے حد مقبول ہوگا اور بارگاہ اہلبیت علیہم السلام سے اجر عظیم حاصل کرے گا۔

(خادم عزا)

(علی ناصر سعید ۲۶ اگست ۱۹۸۳ء)

(نصیر منزل)

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(پہلی مجلس)

یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول
واولی الامر منکم

ارشاد رب العزت ہے کہ اے ایمان والوں اللہ کی اطاعت کرو اور اُسکے رسول کی اطاعت کرو اور ان والیانِ امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں۔ صلوٰۃ۔

قرآن مجید کی مشہور آیت جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ ورسول کے بعد کچھ اور ہستیاں بھی ہیں جنکی اطاعت ہم پر واجب قرار دی گئی ہے اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اولی الامر کہا گیا ہے۔ آیئے اس کا جواب خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرلیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ وہ لوگ کون ہیں جنھیں خدا نے اپنی ذات میں اور اپنے نبی کے ساتھ ملا دیا ہے۔ تو حضور نے جواب دیا کہ وہ میرے خلیفہ ہیں اور مسلمانوں کے امام ہیں۔ ان میں کے سب سے پہلے علیؑ ابن ابی طالب ہیں اور آخری میرے ہم نام ہوں گے۔ صلوٰۃ۔

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ اللہ کو اللہ ہی کے ذریعہ سے پہچانو اور رسول کو اُسکی رسالت سے پہچانو اور اولی الامر کو امر بالمعروف اور عدل وانصاف کے ذریعہ سے پہچانو۔ ظاہر ہوا کہ اولی الامر وہ ہوں گے جنھوں نے خدا اور رسول کی کبھی نافرمانی نہ کی ہو اور جو مثل رسول معصوم اور مطہر ہوں۔ آیئے اب ان ذوات مقدسہ کو اطاعتِ رسول کی کسوٹی پہ پرکھ کر بھی پہچان لیا جائے۔ کیا دعوت ذوالعشیرہ کا

واقعہ یاد دلاؤں۔ رسول اللہ نے اہلِ کوفہ کو دعوت دی ہے آپ اعلان نبوت فرما رہے ہیں مگر کوئی ایمان نہیں لاتا۔

اسوقت باختلاف روایات علیؑ کا سن نو یا گیارہ برس کا تھا مگر اللہ رے کمالِ فہم جس طرح پہلی ہی نظر میں اللہ کو پہچانا اسی طرح سے بعثت۔ کے روز ہی رسالت کا کلمہ پڑھا تمام دنیا میں سب سے پہلے نبیؐ کے ساتھ نماز پڑھی دعوت ذوالعشیرہ میں جب تمام بنی ھاشم خاموش رہے تو اس کمسن بچے ہی نے بڑھ کر ہمت وجرأت کا ثبوت دیا۔ اِدھر رسول کا بار بار یہ کہنا ہے کہ ہے کوئی تم میں ایسا جو آج میری مدد کرے اور کل وہی میرا ولی ہو میرا جانشین ہو۔ اس آواز پر سب خاموش رہے لبیک کہا تو علیؑ نے حق کو پہچانا تو علیؑ نے۔ صلواۃ

کون سا موقع ایسا ہے جہاں پر علیؑ نے رسول کے ساتھ جاں نثاری کا ثبوت نہ دیا ہو شبِ ہجرت کا واقعہ لے لیجئے۔ مکہ کے لوگوں نے یہ طے کیا کہ آجکی شب ہم سب مِلکر رسول کو قتل کر دیں۔ اِدھر حکم رَبّ العزت ہوتا ہے کہ اے رسول آپ مکہ سے ہجرت فرمائیں۔ رسولِ خدا حضرت علیؑ کو حکم دیتے ہیں کہ آجکی رات تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ میرے لئے حکم الٰہی ہے کہ میں اسی وقت مکہ چھوڑ دوں مدینے کی طرف ہجرت کروں حضرت علیؑ دریافت کرتے ہیں کہ کیا اس طرح آپ کی جان بچ جائے گی رسول فرماتے ہیں کہ ہاں یہی خدا کا حکم ہے۔ نبیؐ روانہ ہوتے ہیں اور علیؑ بستر رسول پر کھنچی ہوئی تلواروں کے درمیان اس اطمینان سے سوتے ہیں کہ بستر رسول کا عمامہ رسول کا۔ مگر امامت آرام فرما رہی ہے سوئے اور اتنی گہری نیند سوئے کہ جناب جبرئیل کو کہنا پڑتا ہے کہ بَخٍ بَخٍ مَن مِثلُکَ یَا بنَ اَبِی طَالِب۔ اے ابوطالبؑ کے فرزند مبارک ہو مبارک تمہارا مثل کون ہے۔ صلواۃ

ذرا یہ جذبۂ ایثار تو ملاحظہ فرمایئے کون ہے جو کسی کی خاطر اپنی جان کو یوں خطرے میں ڈال دے۔ ملائکہ معصومین تک اس منزل پر ڈگمگاتے نظر آتے

ابن مردویہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جبرئیل و میکائیل کو وحی فرمائی کہ میں نے تم دونوں کو بھائی بھائی بنادیا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ قرار دی ہے بس تم دونوں میں سے کون ہے جو اپنی عمر دوسرے کو دیدے۔ اس منزل پر دونوں نے موت کو ناپسند کیا۔ اس پر جناب رب العزت نے فرمایا کہ تم میرے ولی علیؑ ابن ابی طالب کی طرح کیوں نہیں بنتے۔ میں نے اسکو رسول کا بھائی بنادیا تو علی نے محمد کی جان بچانے کے لیئے اپنی جان کی بازی لگادی اور محمد کے بستر پر اسوقت سو رہے ہیں۔ صلوٰۃ

اسی موقع پر یہ آیت بھی نازل ہوئی۔ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ یعنی انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے خدا حاصل کرنے کے لیئے اپنے نفس کو فروخت کرتا ہے۔ صلواۃ

غرض کہ کون کون سی منزلیں یا دلاؤں جہاں علیؑ نے اطاعت رسول کرکے دُنیا کے سامنے ثابت نہ کردیا ہو کہ ان کے بعد اگر کوئی اولی الامر کا مصداق ہے تو وہ جس نے اطاعت رسول کی ایسی نظیریں قائم کیں جس کی مثال نہیں مل سکتی (صلواۃ) اُولِی الامر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ ولی اللہ بھی ہو۔ اِس منزل پر بھی سوائے علیؑ کے اور کوئی نہیں ملتا۔ نماز ہو رہی ہے علیؑ بحالت رکوع میں ہیں ایک سائل آکے سوال کرتا ہے آپ انگلی بڑھا دیتے ہیں سائل انگوٹھی اتار لیتا ہے اُسی وقت آیت اِنَّمَا نازل ہوتی ہے۔ کہ تمھارا ولی اللہ ہے اُسکا رسول ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (صلواۃ)

انگوٹھی بھی کون سی وہی جو جناب سلیمان کی انگوٹھی جسکے پانے کے بعد آپ کو تمام دُنیا کی حکومت ملی تھی چرند پرند ہر چیز پر حکومت جناب سلیمان کی تھی وہ انگوٹھی علیؑ نے سائل کو زکوٰۃ میں دے دی

اگر اولی الامر کو معصوم ہونے کی کسوٹی پر دیکھا جائے تو آیۂ تطہیر گواہی دیگی

کہ یہ وہ ہیں جن سے خدا نے ہر رجس کو دُور کر دیا ہے۔ اور اِن کو اِس طرح پاک کر دیا ہے جو پاک کرنے کا حق ہے۔ صلوٰۃ

جب اللہ نے اطاعت رسول و اطاعت اولی الامر کا حکم دیا ہے تو کیا رسول کو اُن کے پہچنوانے کا حکم نہ دیا ہوگا۔

ظاہر ہے کہ رسول نے بھی ان کو پہچنوانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہوگی۔

ہاں رسول نے ان کو پہچنوایا یہ اور بات ہے کہ بعدِ رسول دُنیا بھول گئی۔

کبھی جنگ خندق میں عمر کے مقابل بھیجتے وقت آپ نے فرمایا کہ جو امر کا سر کاٹ کر لائے گا وہ میرے بعد میرا جانشین ہوگا۔ کبھی علیؑ کو مدینے میں چھوڑ کر فرمایا کہ اے علیؑ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

کبھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم کعبے منزلت رکھتے ہو۔ صلوٰۃ

اگر علیؑ کعبے کے مثل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح کعبے کا احترام واجب مولودِ کعبہ کا بھی احترام واجب۔ صلوٰۃ

رسول کی نصرت کا وعدہ تو اللہ نے کیا تھا لیکن نصرت کرتے ہوئے علیؑ ہی دکھائی دیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے صرف پیغمبر کی نصرت کے لئے علیؑ کو بھیجا تھا ہم نے تو علیؑ کو خدا کا بندہ منتخب اور الٰہی نمائندہ ہی سمجھا لیکن ان کے فضائل دیکھ کر نصیری کچھ ایسا گھبرائے کہ خدا کہنے لگے۔ صلوٰۃ

رسول اسلام اسی وجہ سے علیؑ کو پہچنوا رہے ہیں کہ دیکھو علیؑ کو گھبرا کے خدا بھی نہ کہو اور علیؑ کو کوئی معمولی شخصیت بھی نہ سمجھو۔ علیؑ کعبے کی طرح ہیں۔ شاید رسولِ اسلام اس طرف بھی اشارہ کر رہے ہیں کہ جس طرح کعبے کو اسکی ضرورت نہیں کہ کوئی اس تک جائے کوئی اسکا طواف کرے بلکہ یہ تو مسلمانوں کا فریضہ قرار پایا ہے کہ وہ جا کر کعبہ کی زیارت کریں لیکن اگر مسلمان حج کرنا چھوڑ دیں مسلما طواف کرنا چھوڑ دیں، تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ کعبہ خود مسلمانوں تک آیا کرے گا کیا کسی کا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ جب کعبے کا یہ حق ہے کہ اس کا طواف کیا جا!

تو اسکو خود مسلمانوں تک آنا چاہیئے تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود کعبہ تک جائیں اور کعبہ کا طواف کریں لیکن اگر مسلمان کعبہ تک نہیں جائیں گے تو کعبہ خود کبھی ان کی طرف نہیں جائے گا۔

بس یہیں سے معلوم ہو گیا رسول اسلام کی وفات کے بعد جب مسلمانوں نے مولود کعبہ کو چھوڑ دیا ان کو مسلمانوں نے نظر انداز کر دیا تو مولائے کائنات خاموش رہے وہ کسی سے بھی یہ کہنے نہیں گئے کہ تم ہماری طرف آؤ انکو اس کی ضرورت ہی کیا تھی اب یہ کوئی نہ کہے کہ اگر علیؑ کا حق تھا تو مانگا کیوں نہیں۔

پیغمبر اسلام یہی کہہ رہے ہیں کہ علیؑ کعبہ کے مثل ہیں وہ کسی طرف نہیں جائیں گے جنکو آنا ہو انکے در پر آئے۔

خود خداوند عالم نے اولی الامر کو بھیجوایا واقعہ آپنے بارہا سنا ہے بس اشارۃً عرض کردوں گی کہ جب رسول حج آخر سے پلیٹ رہے تھے غدیر کے میدان کے نزدیک آیت نازل ہوتی ہے بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ ۔ اے خدا کے رسول وہ پیغام پہونچا دیجئے جسکی آپ کو دہی کی جا چکی ہے اور اسکے بعد خدا نے یہ تاکید بھی کی کہ اے رسول اگر آپ نے یہ پیغام نہ پہونچایا تو گویا کار رسالت ہی انجام نہ دیا۔

رسول نے مسلمانوں کو غدیر کے میدان میں روک کر اپنے ہاتوں پر علی کو بلند کیا اور ارشاد فرمایا جسکا میں مولا ہوں اسکے علیؑ بھی مولا ہیں۔ صلواۃ

لیکن افسوس ادھر رسول کی آنکھیں بند ہوئیں اور ادھر لوگوں نے یہ سب کچھ بھلا دیا کبھی علی کے گلے میں رسی باندھی گئی کبھی فاطمہ کے گھر کے دروازے پر آگ لگائی گئی۔

ہاں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے اطاعت اولی الامر کی مثال قائم کی سلمان و ابوذر سے کون واقف نہیں لیکن مجھے آج میثم تمار کا ذکر کرنا ہے۔

آپ کو حضرت علیؑ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ایک دن آپ اپنے آقا کے ساتھ کوفے میں تشریف لئے جا رہے تھے کہ حضرت علی ایک درخت

کے پاس رُک کے اور پوچھا میثم اس درخت کو پہچانتے ہو۔ میثم نے جواب دیا کہ آقا غیب کی باتوں کا علم تو بعد رسول اللہ صرف آپ ہی کو حاصل ہے آپ ہی بتایئے مولا نے فرمایا کہ ایک دن تمھیں اسی درخت پر سولی دی جائے گی آپ نے پوچھا میرا جرم کیا ہوگا مولا نے فرمایا کہ تمھیں ہماری محبت میں سولی دی جائیگی۔ میثم یہ سنکر خوش ہو گئے۔ مگر کچھ سوچکر پوچھا کہ مولا یہ تو بتایئے کہ میں آپ کی محبت میں ثابت قدم بھی رہوں گا۔

آپ نے پوری تفسیر بتائی اور کہا کہ ہاں تم ہماری محبت میں ثابت قدم رہو گے۔ اس دن سے میثم کا معمول ہو گیا کہ روز اس درخت میں پانی دیتے تھے اور اسکے نیچے دو رکعت نماز پڑھتے اور دعا کرتے کہ اے خدا یہ درخت اس وقت تک سرسبز رہے جبتک میرے مولا کی کہی ہوئی بات سچ نہ ہو جائے۔ زمانہ گذرا مشکل کشا کو ابن ملجم نے شہید کیا۔ حسنؑ مجتبیٰ کو زہر دے کر شہید کیا گیا حسینؑ جن کے دوستداران علی کو قید کیا گیا۔ میثم بھی زندان میں مقید ہو گئے ایک دن اسی قید خانے میں مختار بھی لائے گئے۔ میثم نے بڑھکر مختار کو مبارکباد دی کہ تم ایک عظیم کارنامہ انجام دوگے اور فرمایا کہ اس بات کی مجھے میرے مولا خبر دے گئے ہیں۔ وہ زمانہ بھی آگیا کہ واقعہ کربلا کے بعد اہلبیت رسول اسیر کر کے دربار ابن زیاد میں لائے گئے۔ ابن زیاد نے مختار کو بلایا اور کہا کہ اپنے مولا سے ملاقات کرنا چاہتے ہو مختار نے جواب دیا کہ تیرا دربار نجس اور کہاں میرا آقا حسینؑ۔ اس ملعون نے ایک طشت کی طرف اشارہ کیا جس میں سر مظلوم کربلا رکھا تھا۔ مختار نے کہا السلام علیک یا ابا عبد اللہ اور اپنا سر پیٹ لیا چاہتے تھے کہ حملہ کریں مگر بیمار کربلا پر نظر پڑ گئی آپ نے فرمایا کہ مختار یہ جنگ کا وقت نہیں۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ فوراً مختار کو قتل کیا جائے مگر میثم نے جو خبر دی تھی وہی ہوا۔ مختار قتل ہی ہونے والے تھے کہ ایک نامہ بر آگیا جو یزید کا خط لایا تھا جس میں مختار کی رہائی کی سفارش کی گئی تھی۔

مختار رہا ہوئے میثم کا دل باغ باغ ہوا اور آپ اسوقت کا انتظار کرنے لگے جب مولا ان کے بارے میں پیشین گوئی بھی ظاہر ہو۔ چنانچہ وہ دن بھی آ گیا کہ میثم کو سولی پہ لٹکا دیا گیا۔ لیکن واہ رے میثم سولی پر بھی آپ حق گوئی سے باز نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے لوگو آؤ اور مجھ سے فضائل علیؑ سنو قبل اسکے کہ میں اس دنیا سے اٹھ جاؤں جب ظالموں نے دیکھا کہ میثم سولی پر چڑھائے جانے کے بعد بھی مدح علی سے باز نہیں آتے تو حکم دیا کہ ان کی زبان کاٹ دی جائے اُن کی زبان بھی کاٹ دی گئی اور وہ اطاعت اولی الامر میں ثابت قدم رہکر اس دنیا سے سدھارے۔ جزاکم رحکم۔

سچ ہے میثم نے بڑا کام کیا اور اطاعت اولی الامر کی زندہ مثال قائم کی اسکا مگر کربلا میں انصار حسینؑ نے اطاعت اولی الامر کی جو نظیر قائم کی اسکا تو جواب ہی نہیں۔ کربلا میں تو ایسے پروانے جمع ہو گئے تھے جو شمع گل کرنے کے بعد بھی ہٹنے کا نام نہیں لیتے تھے جہاں مرنے والے حالت نزع میں اپنے ساتھیوں سے وصیت کر رہے تھے کہ دیکھو امام کا ساتھ نہ چھوڑنا اُن کی نصرت میں کمی نہ ہونے پائے (اجرکم علی اللہ)

مگر آج تو آپ اس صف عزا پر اسی اولی الامر کا تابوت اٹھانے کے لئے جمع ہوئی ہیں۔ جس نے اسلام کا بول بالا کر دیا۔ رمضان کا مہینہ جسے ماہ صیام ہمارے لئے عید کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ اس ماہ میں ہمارے لئے ہدایت کا چشمہ جاری ہوا لیکن اگر کوئی غم اس ماہ میں ہمارے لئے نہ رونما ہوتا تب۔ مگر افسوس اگر ایک قرآن اس ماہ میں نازل ہوا تو اس ماہ مبارک میں ایک قرآن جہان سے اٹھ گیا۔

اگر قرآن مجید کے نازل ہونے کا اعلان خود قرآن نے کیا تو قرآن ناطق یعنی حضرت علیؑ کے اٹھ جانے کا اعلان جبرئیل امین نے کیا۔ روایات بتاتی ہیں کہ انیسویں کی شب کو میرے مولا اپنی چھوٹی شہزادی جناب ام کلثوم کے یہاں مہمان

تھے۔ آیئے دیکھیں دین و دنیا کے شہنشاہ کی افطاری کیا تھی۔

افطار کا وقت آیا دستر خوان پر دو جو کی روٹیاں تھوڑا سا نمک ایک پیالہ میں دودھ۔ بس یہی ما حضر تھا جو بیٹی نے باپ کے سامنے پیش کیا مگر وہ مجسم ہدایت امام تھے جس نے اس غذا کو دیکھ کر غور سے بیٹی کا چہرہ دیکھا اور فرمایا کیوں بیٹی کیا تم نے کبھی اپنے باپ کو دیکھا ہے کہ ایک وقت میں دو نعمتیں دنیا کی ساتھ کھائی ہوں جناب ام کلثوم نے یہ سنکر چاہا کہ نمک ہٹا لیں مگر قبل اسکے آپنے فرمایا نمک رہنے دو۔ یہ کاسہ شیر لے جاؤ۔ بیٹی کے دل کو بہت گراں گذرا معلوم ہوتا تھا جیسے دل کو خبر تھی کہ یہ باپ کی آخری افطاری ہے۔

بہر حال انیسویں شب میرے مولا نے کرب و بیقراری سے گزاری کبھی صحنِ خانہ میں تشریف لاتے ہیں تو کبھی اندر تشریف لے جاتے ہیں۔ اور نمازیں ادا فرماتے ہیں آپکی بیقراری دیکھ کر جناب ام کلثوم نے عرض کی اے بابا آج ساری رات گذر گئی آپ کچھ کہیئے تو سہی آخر یہ انتشار کیوں ہے فرمایا بیٹی میں خود حیران ہوں کہ تیرے باپ نے بڑے بڑے پہلوانوں سے مقابلہ کیا بڑے بڑے معرکے فتح کئے مگر جیسا ہول آج کی رات ہے ایسا کبھی نہیں ہوا اے بیٹی یقین جانو یہ ہیبت بے سبب نہیں ہے تمھارے باپ کی زندگی کی آخری شب ہے آج مجھے سب سے بڑے بادشاہ جبار و قہار کی بارگاہ میں جانا ہے یہ فرما کر آپ اٹھے رداء دوش پہ ڈالی قبا پہنی گھر سے نکلنے کا قصد کیا ام کلثوم نے تڑپ کر پوچھا بابا آج قبل از وقت کہاں کا ارادہ ہے فرمایا بیٹی مسجد جاتے ہیں ام کلثوم بے قرار ہو گئیں کہا بابا نوجوان بیٹے آرام کر رہے ہیں ساتھ لے لیجئے کہا بیٹا حکم حق ٹل نہیں سکتا۔

جو ہونے والا ہے وہ ہو کے رہے گا یہ فرما کر آگے بڑھے تھے کہ مرغابیاں جو گھر میں پلی ہوئی تھیں بڑھیں چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا کوئی دامن پکڑے لیتی تھی کوئی قدموں سے لپٹی ہوئی اور حلقہ بنائے ہوئے شور و شیون کی آوازیں

بلند کر رہی ہیں۔ آپ نے اُن کی بیتابی دیکھی آنکھوں میں آنسو بھر لائے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ اور ام کلثوم سے فرمایا بیٹی دیکھو یہ بے زبان ہیں میرے غم میں کہیں انھیں نہ بھول جانا اِن کے کھانے پانی کا خیال رکھنا اور ممکن ہو تو آزاد کر دینا کہ اپنے شکم کو آپ بھر لیں۔ میں کہتی ہوں اے رحیم آقا آپکو بے زبانوں کا اتنا خیال ہے ذرا کربلا تشریف لایئے حسینؑ ایک بے زبان بچے کے لئے پانی کا سوال کر رہے ہیں۔ اور اُمت آپکے سوال کو رد کر رہی ہے۔ جَزَاءُکُمۡ رَبُّکُمۡ۔

بہرحال امام مسجد میں تشریف لائے دیکھا ابن ملجم اوندھا لیٹا ہوا سو رہا ہے آپنے ٹھوکر سے جگایا اور آگے بڑھے۔

ابن ملجم نے اپنے نیچے تلوار چھپا رکھی تھی جلدی سے اٹھا نمازیوں کی شکل بناکر صف میں کھڑا ہو گیا اِدھر میرے آقا سجدے میں تشریف لے گئے اِدھر ابن ملجم نے وہ غضب ڈھایا کہ مسجد لرز گئی۔ میرے آقا کے سر پر تلوار کا وار کیا مصلےٰ پر خون ہی خون تھا۔ آقا سنبھل نہ سکے غش کھا کر گر پڑے حسنین کو خبر ہوئی زخمی باپ کو دیکھا گھر کی طرف لے چلے ایک انبوہ ساتھ ہے لوگوں نے عمامے زمین پر پھینکے وَاعَلِیَّاہ وَاِمَامَاہ کا شور برپا ہے امیرالمومنین گھر کے قریب پہونچے ہوش جو آیا تو حسنین تڑپ تڑپ کر رو رہے ہیں۔ بیٹوں کو دیکھ کر بیٹیوں کا خیال آ گیا امام حسن علیہ السلام سے کہا اے میرے نورِ نظر اب میرے دوستوں سے کہو کہ اپنی زحمت کو کم کریں علیؑ سے مل چکے اب اپنے اپنے گھر واپس جائیں سب چاہنے والے کہنے لگے مولا یہ آخری خدمت ہے آپ ہماری خدمت قبول کیوں نہیں کرتے تھوڑی دیر تک ہم آپ کو اور دیکھ لیں فرمایا بھائی تم دیکھتے ہو خانہ فاطمہ زہرا قریب آ گیا ہے اور رسول کی نواسیاں میرے غم میں نوحہ و فریاد کی آوازیں بلند کریں گی میں نہیں چاہتا کہ میری زندگی میں زینب و ام کلثوم کی

آوازیں نا محرم سنیں میں کہتی ہوں جو ایسا غیرت دار ہو اسی کی بیٹیاں ایک دن بازار کوفہ و شام میں اس شان سے پھرائی جارہی تھیں کہ ایک منادی پکار پکار کر کہتا تھا یا اھل الکوفہ والشام ھذہ ابنایا من نباۃ رسول اللہ یعنی اے اہل کوفہ و شام جسکو تماشہ دیکھنا ہو دیکھ لے آج نواسیاں رسالتمآب کی اور بیٹیاں علی و فاطمہ کی ہمارے شہر میں سر برہنہ پھرائی جارہی ہیں۔ اجرکم علی اللہ

بہر حال میرے زخمی امام گھر میں لائے گئے جناب زینب و جناب ام کلثوم تڑپنے لگیں اور اس حالت میں بھی آپکا انداز کرم یہ تھا کہ جب کاسہ شیر پیش کیا گیا تو فرمایا کہ پہلے ابن ملجم کو پلاؤ۔

طبیب آئے مگر زہر میں بجھی ہوئی تلوار اپنا کام کر گئی اور میرے مولا جانبر نہ ہو سکے۔

ہائے ماہ صیام کی اکیسویں بھی آگئی بعد سحر میرے مولا نے دنیا سے رحلت کی۔ ہدایت کے ستون منہدم ہو گئے بیکسوں کا سہارا اٹھ گیا دنیا تاریک ہو گئی مشکل کشا دنیا سے رخصت ہوا آسمان و زمین نے گریہ و زاری کی جن و ملک نے سر پیٹا۔

آیئے آج ہم سب بھی اپنے رحیم آقا کا تابوت اٹھائیں اور جناب زینب اور جناب ام کلثوم کو انکے باپ کا پرسہ دیں۔

اے بیکسوں کی خبر لینے والے خدا حافظ اے غریبوں کی مدد کرنے والے الوداع اے مشکلوں کو آسان کرنے والے الوداع۔

اٹھ رہا ہے یہ محمد کے وصی کا تابوت
آج کاندھوں پہ ہے داماد نبی کا تابوت

میت شیر خدا سوئے نجف جاتی ہے
سارے کوفے میں قیامت سی نظر آتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(دوسری مجلس)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فاطمۃ بضعتہ منی من اذاھا فقد اذانی ومن اذانی

فقد اذاللہ ومن اذاللہ فقد کفر

ارشادِ رسول ہے کہ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جس نے اسکو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی اور خدا کو اذیت دینے والا کافر۔ صلواۃ۔

رسول کی بڑی مشہور حدیث ہے جو تمام مسلمانوں میں متفقہ حیثیت رکھتی ہے رسول کہہ رہے ہیں کہ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے معلوم ہوتا ہے رسول کی رسالت میں فاطمہ کا بھی حصہ ہے یعنی فاطمہ کے بغیر رسول کی رسالت پایہ تکمیل کو نہیں پہونچ رہی تھی جب ہی تو رسول نے کہا کہ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے۔ صلواۃ۔

آپ کی ولادت ۲۰ر جمادی الثانی کو ہوئی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس وقت رسول اللہ جناب خدیجہ کو اپنے عقد میں لائے تو زنان مکہ نے جناب خدیجہ سے ملنا ترک کر دیا اور زنان عرب کو منع کر دیا گیا کہ ہرگز کوئی جناب خدیجہ کے گھر نہ جائے اور انکو سلام نہ کرے آپ تنہائی کے سبب بہت پریشان رہتی تھیں یہاں تک کہ جناب فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا آپ کے شکم مبارک میں تشریف لائیں آپ مادر گرامی کی تنہائی کو دور کرنے کے لیے شکم سے بھی اپنی ماں سے باتیں کیا کرتی تھیں جب جناب خدیجہ رسول سے چھپاتی تھیں۔ لیکن ایک دن جناب خدیجہ شکم کے بچے سے باتوں میں مصروف تھیں کہ جناب رسول خدا تشریف لائے آپنے پوچھا اے خدیجہ یہاں تو کوئی دوسرا

نظر نہیں آرہا ہے کہ تم کس سے باتوں میں مصروف تھیں جناب خدیجہ نے جواب دیا یا رسول اللہ میرے شکم میں جو بچہ ہے یہ اکثر مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے اور میری تنہائی کا مونس ہے۔ آپ نے فرمایا اے خدیجہ یہ مولود دختر نیک اختر ہے ابھی ابھی جبرئیل نے خبر دی ہے کہ یہ دختر تمام عیوب سے پاک و پاکیزہ ہے اور صاحب برکت ہے اور یہ اماموں کی ماں ہوگی اسی سے میری نسل دنیا میں باقی رہے گی۔ صلواۃ۔

دن گذرتے گئے یہاں تک کہ آپ کو ولادت کی تکلیف شروع ہوئی آپنے قریش کی عورتوں کو بلوایا کہ اضطراب میں میری مدد کرو ان عورتوں نے آنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم میں سے کوئی بھی تمھاری مدد نہیں کر سکتا کیونکہ تم نے یتیم ابوطالب محمد سے عقد کیا ہے۔ آپ بہت پریشان و فکر مند ہوئیں اسی عالم میں آپنے دیکھا کہ عورتیں آموجود ہوئیں اور کہا اے خدیجہ خائف نہو ہم سب تمھاری مدد کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ صلواۃ

ہم سارہ، آسیہ، مریم و کلثوم (خواہر جناب موسیٰ)

ہم تمھاری بہنیں ہیں خدا نے ہمیں تمھاری خدمت کے لیے بھیجا ہے اب جناب فاطمہ زہرا کی ولادت ہوئی اور ایک نور ان معصومہ سے ایسا ساطع ہوا کہ مکہ کا ہر گھر روشن و منور ہوگیا اس کے بعد وہ نور تمام عالم میں مثل صبح صادق کے منتشر ہوا۔ صلواۃ۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ حوران جنت آب کوثر لیکر حاضر ہوئیں اور معصومۂ عالم کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا مشک و عنبر لگا کر لباس جنت میں لپٹا۔ صلواۃ

اس کے بعد عورتوں نے آپ سے کہا بی بی کچھ کلام کرو جناب فاطمہ زہرا نے چاروں عورتوں کو نام بنام سلام کیا۔ صلواۃ۔

عورتوں نے جناب خدیجہ کو مبارکباد دی حوروں نے آپس میں سب کو مبارکباد دی آسمان پر مبارکباد کا شور بلند ہوا۔ صلواۃ۔

جناب خدیجہ نے بچی کو گود میں لیا اور شاد ہو کر دودھ پلایا رسالتمآب نے آپ کے ۹ نام رکھے۔ فاطمہ۔ صدیقہ۔ طاہرہ۔ ذاکیہ۔ راضیہ۔ مرضیہ محدثہ۔ زہرا۔ مبارکہ۔ اس کے بعد فاطمہ کے معنی بیان کیے۔ فاطمہ کہتے ہیں چھڑانے والی کو یعنی میری بیٹی اپنے شیعوں کو آتش دوزخ سے بچا دلانے والی ہے بہر حال میری شہزادی عورتوں کے لیے نمونہ عمل ہیں جب آپ تشریف لاتی تھیں تو رسول آپکی تعظیم کو کھڑے ہوتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔ جب آپ کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے تھے تو چلتے وقت سب سے آخیر میں جناب فاطمہ زہرا سے ملتے تھے اور واپسی میں سب سے پہلے در سیدہ پر آتے تھے یعنی آپ کو اپنی بیٹی کی جدائی گوارہ نہ تھی۔

میری شہزادی کے صدہا معجزات ہیں روایات بتاتی ہیں ایک مرتبہ جناب امیر نے آپ کی چادر ایک یہودی کے پاس رہن رکھی اور تھوڑے جو اس سے قرض لیے اس یہودی نے چادر کو لیجا کر ایک حجرے میں رکھ دیا رات آئی تو دیکھا کہ حجرے میں ایک نور روشن ہے یہ حال اس کی زوجہ نے دیکھا تو یہودی سے بیان کیا اس کو بہت تعجب ہوا حجرے میں آیا تو دیکھا وہ نور اسی چادر سے طالع ہو رہا ہے یہ دیکھ کر یہودی کو بڑا تعجب ہوا اور زن و شوہر معہ آٹھ آدمیوں کے مسلمان ہو گئے کلمہ طیبہ پڑھنے لگے۔ صلواۃ۔

میری شہزادی نے گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر اسلام کی جو تبلیغ کی ہے اس کی مثال عالم میں ملنا مشکل ہے گھر کے تمام کاموں کو اپنے ہاتھ سے انجام دینا اپنا فخر سمجھتی تھیں۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک دن جناب امیر گھر میں تشریف لائے دیکھا جناب سیدہ عالم چکی پیس رہی ہیں آپ کو تعجب ہوا کیونکہ سیدہ عالم کے تیز بخار تھا مگر آپ خاموش واپس ہوئے دوبارہ پھر تشریف لائے دیکھا سیدہ عبادت میں مصروف ہیں جب عبادت میں کافی تاخیر ہوگئی تو آپ سے نہ رہا گیا کہا اے بنت رسول طبیعت کی خرابی میں آپنے اپنے کام انجام دیے آج عبادت کو مختصر طور پہ ادا کرتیں شہزادی نے جواب دیا اے ابوالحسن جس طرح میرا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ آپ کی اور آپ کے بچوں کی خدمت کروں اسی طرح میرا دوسرا فرض یہ ہے کہ اپنے اس رب کی عبادت کروں جس نے مجھے آپ کا جیسا شوہر اور حسنین جیسے فرزند عطا کئے۔ صلواۃ

بہر حال میری شہزادی نے عورتوں کے لیے ایسی مثالیں چھوڑی ہیں کہ اگر بہنیں صحیح طور پہ عمل کریں تو کبھی کوئی دشواری پیش ہی نہیں آسکتی۔

ایک مدت تک آپ کے گھر کوئی کنیز نہیں رہی مگر آپ کی زبان پہ کبھی شکوہ نہیں آیا ایک مدت کے بعد جناب فضہ آئیں جب بھی آپکا معمول یہی رہا تھا کہ ایک دن گھر کا تمام کام جناب فضہ کرتی تھیں دوسرے دن جناب سیدہ عالم اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں یہ تھی شان عدل وانصاف کی صلواۃ جناب فضہ کی بھی منزلت ملاحظہ ہو آپ کی کنیزی میں آنے کے بعد آپکو مریم کا مرتبہ عطا ہوا۔ پروردگار عالم نے چاندی بنانے کی صلاحیت عطا کی۔ اور جناب فضہ نے اپنے ہاتھوں سے چاندی بنائی۔ صلواۃ۔

یہ در سیدہ کی فضیلت ہے بہر حال کس کی زبان میں طاقت ہے جو فضائل جناب فاطمہ زہرا بیان کر سکے مگر افسوس ایسی عظیم شخصیت بی بی کو جنھیں رسول اپنے دل کا ٹکڑا کہتے تھے امت نے نہ سمجھا۔ یہ سب عزت و توقیر صرف رسول کی زندگی تک رہی ادھر آپکی وفات ہوئی ادھر شہزادی پر مصیبتوں

کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ستم ڈھائے جانے لگے مسلمانوں نے ایسا پریشان کیا کہ آپ کا مرثیہ موجود ہے آپ فرماتی تھیں بثت علیٰ مصائب الو انہا بثت علی الایام صرن لیالیا۔ اے بابا آپ کے مرنے کے بعد ہم پہ آتنی مصیبتیں پڑیں کہ اگر روز روشن پر پڑتیں تو وہ شب تاریکی میں بدل جاتے۔

آپ دن کو بھی روتی تھیں اور رات کو بھی گریہ فرماتی تھیں یہاں تک اہل محلہ نے شکوہ کیا کہا اے علی سیدہ سے کہو۔ یا دن کو رویا کریں یا رات کو ان کی دن ورات کی گریہ وزاری سے بھی ہمارے کاموں میں خلل آتا ہے۔

علی نے اہل محلہ کا پیغام بنت رسول تک پہونچا دیا یہ سنا تھا کہ سیدہ عالم نے جواب دیا اے ابو الحسن اہل محلہ سے کہدو کہ سیدہ اس دنیا میں زیادہ دن نہ رہے گی اور بعد وفات رسول میری شہزادی صرف ۷۵ دن حیات رہیں مگر میں کہوں گی اے میری شہزادی یہ مصیبتوں کی ابتدا تھی اور انتہا تو کربلا کے میدان میں آپ کی پوتی جناب سکینہ پہ ختم ہوگئی۔

آپ کے رونے پر کسی نے طمانچے نہیں مارے تازیانے نہیں لگائے صرف اتنا کہا کہ یا دن کو رویا کریں یا رات کو مگر ہائے یتیم سکینہ کیا کرے جس کا باپ کربلا کے میدان میں تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کردیا گیا ہو اور اگر باپ کے غم میں کوئی قطرۂ اشک نکل جاتا تھا تو نوک نیزہ سے اذیت دی جاتی تھی جزاء کم ربکم بہرحال میری شہزادی مرض الموت میں گرفتار ہوئیں روایات بتاتی ہیں کہ ایک دن جناب امیر علیہ السلام خانۂ سیدہ میں تشریف لائے دیکھا سیدۂ عالم مختلف کاموں میں مصروف ہیں ایک طرف مٹی بھگوئی ہے دوسری طرف آٹا خمیر کیا ہے بچوں کے حمام کا بھی انتظام ہے متعجب ہوکر جناب امیر علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اے بنت رسول آجتک آپ کو میں نے ایک وقت میں کئی کام انجام دیتے

نہیں دیکھا تھا یہ کیا وجہ ہے کہ آج آپ ایک وقت میں کئی کام انجام دے رہی ہیں۔ سیدۂ عالم نے جواب دیا اے ابو الحسن آج میں نے بابا جان کو خواب میں دیکھا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج میری زندگی کا آخری دن ہے میں چاہتی ہوں کہ زیادہ سے زیادہ آپ کی اور آپ کے بچوں کی خدمت کر لوں اس کے بعد آپ نے وصیتیں کرنا شروع کیں کہا کہ ابو الحسن میرے بعد آپ عقد ضرور فرمائیے گا مگر میرے بچوں سے بے خبر نہ رہیے گا اگر ایک شب اپنی زوجہ کے ہمراہ بسر کیجئے گا تو دوسری شب میرے بچوں کے ہمراہ بسر کیجئے گا۔

اور میرے بچوں سے اگر کوئی خطا ہو جائے تو اسے معاف فرمائیے گا اور آپ کی خدمت میں جو کوتاہی رہ گئی ہو اسے معاف فرما دیجئے یہ سنکر علی آبدیدہ ہوئے بچوں سے کہا جاؤ نانا کے روضے پر ماں کے لیے دعا کرو ادھر سیدۂ عالم نے اپنے کاموں سے فراغت پائی تو ایک حجرے میں تشریف لے گئیں اسمار سے فرمایا اے اسمار جس وقت تک میری تسبیح کی آواز آتی رہے یہ سمجھنا کہ سیدہ زندہ ہے اور جب تسبیح کی آوازیں آنا بند ہو جائیں تب سمجھ لینا کہ سیدہ نے رحلت کی بہر حال تسبیح کی آوازیں آتی رہیں اسمار مطمئن رہیں ایک مرتبہ تسبیح کی آواز آنا بند ہو گئی اسمار نے ایک نعرہ مارا آہ میری شہزادی نے دنیا سے رحلت کی۔ اسی وقت حسنین علیہ السلام گھر کے اندر تشریف لائے اسمار نے دسترخوان بچھایا کھانا چنا بچوں نے تعجب سے اسمار کا منہ دیکھا اور کہا میری مادر گرامی کہاں ہیں اسمار سے اور ضبط نہ ہو سکا کہا اے بچوں آپکی مادر گرامی نے دنیا سے رحلت کی حسنین سر و سینہ پیٹنے لگے زینب و ام کلثوم پچھاڑیں کھانے لگیں مگر علی جیسے شفیق باپ نے آ کر تسلی دی۔ علی نے اپنے ہاتھوں

سے غسل دیا دوران غسل میں جب پہلوئے شکستہ پر نگاہ پڑی تو علی جیسے صابر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے بہر حال آپ کو کفن پنہا یا گیا اور آخری دیدار کے لیے سب باری باری بڑھے روایات بتاتی ہیں کہ جب حسین ماں کے نزدیک پہونچے تو بند کفن ٹوٹ گئے اور ماں نے گلے سے لگا لیا۔

آپکی وصیت کے مطابق آپکا جنازہ پردۂ شب میں اٹھایا گیا مگر آہ جس بی بی کا جنازہ پردۂ شب میں اٹھا گیا اسی کی بیٹیاں اسی قابل تھیں کہ بازار کوفہ و شام میں کھلے سر بے مقنع و چادر برہنہ اونٹوں پر پھرائی جائیں آگے آگے ایک منادی ندا دیتا جاتا ہو کہ آؤ آؤ ان قیدیوں کا تماشہ دیکھو ساتھ میں بیمار امام جن کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پیروں میں بیڑیاں گلے میں طوق اور آگے آگے نیزوں کی نوکوں پر شہیدوں کی لاش کربلا منقول ہے کہ ایک بار وہ نیزہ جس پر سر مظلوم کربلا بلند تھا رک گیا جب بڑی کوشش کے باوجود بھی نیزہ کو جنبش نہیں ہوئی تو شمر نے کہا ٹھہرو میں ابھی نیزہ کو بڑھاتا ہوں۔

اسنے ہاتھ میں تازیانہ لیا وہ نیزہ کے پاس نہیں گیا بلکہ بیمار امام کے پاس پہونچا اور وہ اذیت دی کہ میرا مولا بیچین ہوگیا تڑپ کر کہا اے بابا آپ کیوں نہیں آگے بڑھتے میری پشت تازیانوں کی مار سے زخمی ہوئی جارہی ہے سر بریدہ سے آواز آئی اے میرے لعل میں آگے کیونکر چلوں میرے سینے پر سونے والی سکینہ ناقے کی پشت سے ریگستان میں گر گئی ہے قافلہ رکا بچی کی تلاش ہوئی ایک منزل پر دیکھا کہ ایک نقاب پوش معظمہ بچی کو گود میں لئے تسلی دے رہی ہیں زینب کو تعجب ہوا کہا اے بی بی آپ کون ہیں آپکا بہت بہت شکریہ شکریہ کا لفظ سنا تھا کہ بی بی نے تڑپ کر نقاب رخ الٹ دی اور کہا اے میری بچی مجھے پہچانا نہیں میں تیری دکھیاری ماں فاطمہ ہوں ماں کو دیکھ کر زینب بے قرار ہوگئیں کہا اے مادر گرامی ہمارا گھر لٹ گیا ہمارے خیمے جلا دیئے گئے سروں سے چادریں چھینی گئیں بانہوں میں رسن باندھی گئی۔ کیا عجب بیٹی کو برہنہ سر دیکھکر دکھیاری ماں نے کہا ہو۔

(کربلا سے شام تک ہم بھی کھلے سر آئے ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(تیسری مجلس)

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

ارشاد اقدس الٰہی ہو رہا ہے خدا کسی کو اس کی طاقت سے زائد تکلیف نہیں دیتا۔ اگر انسان اچھا کام کرتا ہے تو اپنے فائدے کے لیے اور اگر برا کام کرتا ہے تو اس کی سزا اسے دنیا ہی میں ملتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو کسی غیر مشروع کی طرف راغب کبھی نہ ہونا چاہیئے اس لیے کہ ہم نے تمھارے چہرے پر روشن آنکھیں دیں تاکہ تم اچھے برے کو دیکھ سکو ہم نے تمھارے سننے کے لیے کان عطا کیے ہاتھ تمھارے قابو میں دیئے پاؤں تمھارے بس میں کیے اور اس پر یہ بھی عنایت کی کہ تمھارے اوپر اتنا ہی بار ڈالتے ہیں جتنا کہ تم برداشت کر سکو لیکن تم سے پہلے جو قومیں گذری ہیں وہ تم سے قوی تھیں لہٰذا ان کے احکام بھی ویسے سخت تھے مثلاً دن رات میں پچاس رکعت نماز پڑھنا تھا اور نجس پانی کے قطرے اگر گر پڑیں تو طاہر نہ ہو سکتا تھا جتنے مقام سے کپڑے کا کتر ڈالنا۔ بغیر مسجد کے اور کہیں نماز نہ ادا ہو سکتا۔

تیمم سے کسی حالت میں بھی نماز نہ پڑھ سکتا تیمم وغیرہ تاریخوں میں ہے کہ پہلے کے لوگ اگر کوئی پوشیدہ گناہ کیے تھے تو اس کی علامت چہرہ پر ظاہر ہو جایا کرتی تھی۔ اگر کوئی گھر میں چھپ کر شرک کرتا ہوتا تو دروازے پر تحریر ہو جایا کرتا تھا مگر جب خداوند عالم نے ہمیں ان باتوں کا متحمل نہ پایا تو رحمت اللعالمین شافع روز جزا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ سا رسول بھیجا۔ صلوٰۃ۔

ان کی آمد اور ان کی برکتوں سے تمام زحمتیں اٹھالی گئیں ان سب

نعمتوں پر بھی اگر تم احکام خدا کے خلاف کرجاؤ گے تو اپنے کی سزا پاؤ گے۔ یقیناً خدا کے دامن رحمت کی ہوا بہت خوشگوار ہے خدا کے دریا کا ہر قطرہ بڑے گناہوں کے دفتر کی سیاہی کو دھو سکتا ہے۔

یہ ہماری فاش غلطی ہے کہ ہم اس کے احکام پر نظر نہ کریں جبکہ بیا رحمت برس رہی ہے ہم کو بنایا بھی اختیار بھی دیا جہاں چاہو رہو اور جو چاہے کھاؤ اور تمہارے ان اعضاء کو جو تمہارے اختیار میں رہنا چاہئے انھیں بھی تمہارے اختیار میں دے دیا۔ اگر تم اچھے کام کروگے تو یہ تمہارا ساتھ دیں گے۔ مگر خیال تو کرو کہ ہمیں برا فعل کرنا ہی نہ چاہیئے اس لیے کہ تم بے بس نہیں ہو تم پر ناقابل برداشت بوجھ ڈالا ہی نہیں گیا اس لیے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا ہم نے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے۔ صلواۃ

اگر غور سے دیکھا جائے تو خدا کی رحمتوں کی انتہا ہی نظر نہیں آتی وہ دنیا کی طبیعتوں سے واقف ہے۔ اسی لئے خدا نے سلامتی کے گروہ میں ایسا رسول بھیجا جو خود بھی اس دستور العمل کا پابند ہو جس کو دنیا کا پیر دھونا چاہیے۔ بہرحال جس کو جس قدر تکلیف کا متحمل پایا اس کا ویسا ہی سخت امتحان لیا گیا اور امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد ویسا ہی مرتبہ بڑھایا گیا۔

چنانچہ جناب ابراہیم خلیلیت کے مرتبہ پر فائز ہیں مگر انھوں نے دنیا کی تمام آلائشوں سے دل کا تخلیہ کرایا ہے اور غیروں کے سامنے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اپنے کانوں سے سن رہے ہیں ابراہیم اس منجنیق میں رکھ کر پھینکے جائیں گے۔ اور اس آگ کے شعلے اس قدر بلند تھے کہ اگر کوئی پرندہ اس پر سے گذرنا چاہتا تھا تو جل جاتا تھا۔ ادھر نمرود نے حکم دیا کہ ابراہیم کو اس آگ میں پھینک دو چنانچہ نمرود اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک بلندی

پر گیا ادھر ابراہیم کو منجنیق میں رکھا اور منجنیق کو کئی پہلوانوں نے مل کر گردش
دے کر ابراہیم کو آتش آگ میں پھینکا جب ابراہیم اس آگ کی طرف چلے اور
قریب تھا کہ ابراہیم اس آگ میں جل کر خاکستر ہو جاتے فلک پر ملائکہ
میں ہل چل مچ گئی۔ جبرئیل بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے پالنے والے
خلیل خدا آتش نمرود میں جلکر خاکستر ہوا جاتا ہے حکم الٰہی ہوا اے
جبرئیل جاؤ اگر خلیل خدا تمھاری مدد لے تو ضرور مدد کرو جبرئیل ہوا میں
پرواز کرتے ہوئے آئے اور فرمایا اے خلیل خدا اگر آپ کو میری مدد کی حاجت
ہو تو طلب کرو میں مدد کو حاضر ہوں جناب ابراہیم نے جواب دیا اے جبرئیل
مدد کا حاجتمند تو ضرور ہوں مگر تم سے نہیں جس سے مدد کا طالب ہوں وہ
میری حالت سے خوب واقف ہے ادھر رحمت الٰہی کا دریا جوش میں آیا
اور خداوند عالم نے آگ کو حکم دیا یا نار کونی بردًا وسلامًا علی ابراھیم
یعنی اے آگ تو ابراہیم پر سرد ہو جا مگر اتنا نہیں کہ ٹھنڈک سے ابراہیم
کو ضرر پہونچ جائے بلکہ سلامتی کے ساتھ سرد ہو۔ بس آگ ابراہیم کے لیے گلزار ہو گئی۔ صلوٰۃ
اور ابراہیم کو خلیل اللہ کا لقب دیکر ان کی قدر و منزلت کو دوبالا کر دیا۔ صلوٰۃ
مشہور واقعہ ہے آپنے سُنا ہو گا کہ کسی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت
کیا اے وارث خلیل مجھے اس راز سے آگاہ فرمایئے کہ جب موسیٰ کا عصا اژدھا
بنا تو ان پر خوف طاری ہوا۔ مگر جب ابراہیم کو آگ میں پھینکا گیا تو ان کی
پیشانی پر بل تک نہیں آیا۔ امام نے ارشاد فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ ہم
اور رسول خدا نسل ابراہیم سے ہیں پس جب موسیٰ کا عصا اژدہا بنا تو
ان پر خوف مرگ طاری ہوا اور جب ابراہیم آگ کی طرف چلے تو وہ جانتے
تھے کہ میری پشت پناہی کو انوار محمد و علی موجود ہیں۔ صلوٰۃ
میں کیونکر جل سکتا ہوں آتش نمرود گل کرنے کے لیے تو دنیا کے دریا

کافی تھے مگر حضرت کے ساتھ تو رحمت الٰہی کے تین تین دریا تھے بفضل خدا نور محمد مصطفےٰ اور نور علی مرتضیٰ انھیں ڈوبی گیا تھا۔ صلواۃ۔

صرف ابراہیم پر کیا منحصر بہت سے انبیاء کا امتحان لیا گیا جن میں سے حضرت ایوب بھی ہیں جن کے مراتب دیکھ کر شیطان کو حسد ہوا کہنے لگا اے خدا تو نے چونکہ ایوب کو اسقدر نعمتیں عطا کی ہیں اس لئے وہ شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور بیشک خدا نے ان کو بے حد نعمتیں عطا کی تھیں اس زمانے میں حضرت ایوب سے بڑھکر کوئی صاحب دولت نہ تھا جانور، باغات، غلام کسی چیز کی کمی نہ تھی خود ان کے سات بیٹیاں اور بارہ بیٹے تھے ان سب نعمتوں کی وجہ سے جناب ایوب ہمیشہ شکر خدا ادا کیا کرتے تھے۔ دن رات عبادت میں بسر کرتے تھے اسی لیے شیطان نے حسد میں کہا کہ اے خدا ایوب صرف نعمتوں کی وجہ سے تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ خدا نے کہا ایسا نہیں ہے یہ بندہ ہمارا ہمیشہ ہر حالت میں شاکر رہے گا۔
میں تیرے سامنے امتحان لے کر دکھا دوں گا۔ اسی کے بعد جناب جبرئیل آئے اور کہا اے ایوب خدا کو آپ کا امتحان منظور ہے منتظر بلا رہیئے گا۔

چنانچہ چند یوم بعد جناب ایوب ایک دن نماز صبح پڑھکر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ شور وغل کی آواز سنائی دی حضرت نے دیکھا کہ گوسفندوں کا چرواہا دوڑتا ہوا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے نبی اللہ دریا سے ایک لہر آئی جو تمام دنبوں کو بہا کرلے گئی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ساربان نے آکر اطلاع دی ایک ایسی ہوائے گرم آئی کہ جس سے تمام اونٹ ہلاک ہوگئے اتنے میں باغبان روتا ہوا آیا کہ اے پیغمبر خدا ایک ایسی بجلی گری کہ تمام زراعت و باغات کو جلا کر خاکستر کر گئی۔ حضرت ایوب نے شکر خدا ادا کیا اتنے میں ایک شخص سر و سینہ پیٹتا ہوا خاک اڑاتا ہوا پہونچا کہنے لگا اے نبی اللہ آپ کے گیارہ فرزند اپنے بڑے بھائی کے گھر میں بیٹھے دعوت کھا رہے تھے اس کی چھت بیٹھ

گئی اور آپ کے سب لڑکے دب کر مر گئے۔ یہ سُن کر ایوب سجدہ میں گئے اور شکر ادا کیا۔ اب شیطان نے کہا چونکہ یہ سب آفات و بلائیں ان کے جسم پر نہیں ہیں اس لیے تیرا شکر ادا کرتے ہیں مجھے ان کے جسم پر مسلط کر حکم الٰہی ہوا کہ میں نے سوائے دل چشم زبان اور کان کے اور جسم کے تمام اعضا پر تجھے اختیار دیا یہ سن کر شیطان خوشی سے پھولا نہ سمایا اور ناک سے پھونکنا شروع کیا تمام جسم ایک پھوڑا ہو گیا وہ اس پر بھی شکر خدا ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سب نے ساتھ چھوڑ دیا سوائے ان کی بیوی رحمہ کے بہرحال جناب ایوب شکر خدا ادا کرتے چلے گئے اسی طرح ہر پیغمبر کا امتحان لیا گیا ہر پیغمبر امتحان میں پورا اترا ہر پیغمبر پر مصیبتیں پڑیں مگر فرزند رسول پر جو مصیبتیں پڑیں وہ کسی پر نہ پڑیں۔

کس کی زبان میں قوت ہے جو مظلوم کربلا کے مصائب بیان کر سکے میرے مولا پر یہی ظلم کیا کم [illegible] نانا کا مزار ماں کی لحد بھائی کی قبر کو چھوڑ کر وطن سے دور عالم غربت میں جانا پڑا پانی بند ہوا اور پھر گود کے پالے بچے آنکھوں کے سامنے ذبح کیے گئے ذرا تصور کیجیے کہ جوان فرزند سینے پر برچھی کھائے اور بوڑھا باپ دیکھ رہا ہو حسین کے صبر پہ تو صبر ایوب بھی نثار ہے۔

حد یہ ہے کہ خاندان رسالت کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اشقیا کے مظالم سے محفوظ نہ رہ سکے ذرا انصاف سے بتایئے کہ حضرت مسلم کے یتیموں پر کیا کیا ظلم نہیں ڈھائے گئے جبکہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یتیم کے بارے میں نیکی و احسان کا حکم فرمایا ہے اور ظلم کو منع کیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتٰمٰى

والمسکین ۔یعنی ماں باپ اور ذوی القربیٰ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کرو ۔اور پھر ایک جگہ ارشاد الہٰی ہے فاما الیتیم فلا تقھر یتیم پر تم قہر و ظلم نہ کرو۔

اللہ اکبر یتیم نوازی کی کس قدر تاکید ہے۔ یتیم کا دل نازک ہوتا ہے جس وقت کوئی یتیم پر ظلم کرتا ہے تو عرش الہٰی کو زلزلہ پیدا ہوتا ہے مگر وائے ہو بدبخت حارث پر کہ اس نے یتیمان جناب مسلم پر کیا کیا ظلم و ستم کیے اور کس بیکسی سے ان کو شہید کیا روایات بتاتی ہیں کہ بعد شہادت جناب مسلم دونوں فرزندان مسلم جو بہت کمسن تھے قید کر لئے گئے اور ابن زیاد کے پاس پہونچائے گئے ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان دونوں کو قید ہیں۔ کبھی اچھا کھانا اور ٹھنڈا پانی نہ دینا بہرکیف وہ دونوں صاحبزادے ایک سال تک مقید رہے آخر ایک دن ایک بھائی نے دوسرے سے کہا کہ بھائی قریب ہے کہ ہم اسی قیدخانے میں مر جائیں بہتر ہے کہ آج زنداں بان کو اپنے نام و نسب سے آگاہ کریں شاید اس کو رحم آئے اور ہم کو چھوڑ دے۔ رات ہوئی حسب دستور وہ زنداں بان دو روٹیاں جو کی اور دو کوزوں میں پانی لیکر آیا۔ اس وقت ان بچوں نے فرمایا۔ اے شیخ تو جناب محمد مصطفےٰ کو جانتا ہے اس نے کہا کیوں نہیں وہ ہمارے پیغمبر ہیں اور شافع روز محشر ہیں فرمایا تو علی ابن ابی طالب کو جانتا ہے۔ کہا کیوں نہیں وہ رسول کے ابن عم تھے۔ اب دونوں بچوں نے فرمایا ہم تیرے نبی کی عترت سے ہیں ہم دونوں مسلم ابن مسلم ابن عقیل کے فرزند ہیں۔ تجھے ہماری کمسنی پر رحم نہیں آتا۔ زنداں بان نے یہ سنا تو بہت رویا قدموں پر گر کر کہنے لگا میں نہ جانتا تھا کہ آپ مسلم کے فرزند ہیں میری جان آپ پر

فدا ہو جائے اے شہزادے دروازہ قید خانہ کا کھلا ہے جس طرف چاہو چلے جاؤ۔

یہ سن کر دونوں مظلوم زندان سے باہر نکلے مگر پردیس لوگ دشمن راستوں سے ناواقف رات کا وقت کہاں جاتے کیا کرتے تمام رات پریشان پھرتے رہے یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی اب لوگوں کے خوف سے کوفے کے باغ میں ایک درخت پر چڑھ گئے اسی اثنا میں حارث کی ایک کنیز وہاں پانی بھرنے آئی دونوں خوبصورت بچوں کو دیکھا تو پوچھا تم کون ہو۔ ان یتیموں نے کہا اے کنیز خدا ہم دونوں مسلم کے فرزند ہیں ابن زیاد کے خوف سے قید خانے سے بھاگے ہیں یہ سن کر وہ کنیز رونے لگی کہا آپ خوف نہ کریں میرے ساتھ چلیں میری مالکہ آپ کے دوست داروں میں سے ہے۔ آپ پر رحم کرے گی دونوں بچے کنیز کے ساتھ چلے جب زن حارث کو سب کیفیت معلوم ہوئی تو بہت خوش ہوئی ایک حجرے میں الگ فرش بچھایا۔ بچوں کو عزت و احترام سے بٹھایا خود لونڈیوں کی طرح خدمت کرنے لگی۔ رات ہوئی دونوں بچے گلے مل کر آرام کر گئے۔

اب حارث گھر میں داخل ہوا۔ زوجہ نے پوچھا دیر کیوں ہوئی پریشانی کیسی ہے۔ اس نے کہا کہ دونوں فرزند قید خانے سے بھاگ گئے ہیں ابن زیاد نے حکم دیا ہے جو پکڑ کر لائے گا اسے بہت سا انعام و اکرام دے گا۔ انھیں کی تلاش میں سرگرداں رہا مگر کہیں بھی نہ مل سکے مومنہ بولی وائے ہو تجھ پر تجھے خدا کا خوف نہیں اولاد رسول کے قتل کے درپے ہے۔ قیامت کے دن فاطمہ کو کیا جواب دے گا مومنہ التجا کرتی ہے کہ حارث تو اپنے ارادے سے باز آجا

لیکن حارث جو دین سے بے بہرہ ہو چکا تھا جسے اللہ و رسول کا خوف نہیں رہ گیا تھا وہ کہتا ہے نہیں یہ نہیں ہو سکتا میں ان بچوں کو تلاش کر کے دم لوں گا مجھے ابن زیاد سے انعام لینا ہے۔ حارث نے دیکھا وہ مومنہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد حجرے کی طرف جاتی ہے پھر پریشان ہو کر واپس آتی ہے حارث نے کہا حجرے میں کچھ چھپا رکھا ہے وہ مومنہ گھبرا گئی کہا نہیں حارث کچھ بھی نہیں تم بہت تھک گئے ہو آرام کرو حارث لیٹ گیا۔

ادھر دونوں بچے سو رہے تھے کہ خواب میں دیکھا رسول اللہ تشریف لائے ہیں اور اپنی طرف بلا رہے ہیں بچے کی آنکھ کھلی بڑے بھائی کی گردن میں چھوٹے بھائی نے باہیں ڈالدیں اور کہا بھیا میں نے ابھی اپنے جد امجد کو خواب میں دیکھا تھا وہ ہم کو بلا رہے تھے شاید ہمارا وقت آخر آگیا یہ کہہ کر دونوں بچوں نے اپنی بے کسی پر رونا شروع کیا آواز کا بلند ہونا تھا کہ حارث ملعون اٹھا حجرے میں آیا بچوں کو دیکھ چیخا میں تمہاری تلاش میں در در کی ٹھوکریں کھاتا رہا اور تم میرے ہی مکان میں چھپے ہو یہ کہہ کر ظالم بچوں کو بالوں سے پکڑ کر کھینچتا ہوا صحن خانہ میں لایا۔ مومنہ کی آنکھ کھل گئی وہ حارث کے قدموں پر سر رکھنے لگی کیا اے حارث رحم کر یہ [illegible] مہمان ہیں ان کو میں نے پناہ دی [illegible] اے حارث قیامت کے دن میں جناب سیدہ کو کیا منہ دکھاؤں گی اے حارث بچوں پر رحم کر مگر حارث کچھ سننے پر تیار نہ ہوا۔ بچوں کو لیکر دریا کے کنارے پہونچا غلام کو حکم دیا کہ ان کے سر جدا کر کے لاؤ۔ جب غلام تلوار لیکر آیا تو ایک صاحبزادے نے کہا کہ اے حبشی تو بلال موذن رسول خدا

سے کس قدر مشابہ ہے. غلام نے پوچھا تم کون ہو - بچوں نے فرمایا ہم تیرے نبی کی عترت مسلم ابن عقیل کے فرزند ہیں یہ سنتے ہی وہ قدموں پر گر پڑا اور اپنے کو فرات میں ڈالدیا۔ حارث نے یہ منظر دیکھا تو خود تلوار کھینچی اور آمادۂ قتل ہوا کہ اتنے میں اس کا بیٹا آیا اور بچوں کو بچانے کی سفارش کرنے لگا حارث ملعون نے تلوار اپنے بیٹے کے ایسی لگائی کہ وہ اسی وقت شہید ہوکر گر پڑا۔ بچوں نے یہ منظر دیکھا دل پر کیا گذری ہوگی کہ اب کوئی حمایت کرنے والا نہیں دونوں لپٹ کر رونے لگے جب حارث نے پوچھا کہ تم بے گناہوں کو قتل کریں تو ان یتیموں نے کہا اے حارث ہمارے حال پر رحم کر ہمیں قتل نہ کر بلکہ بازار میں لے جاکر فروخت کردے اسکی قیمت کو تو لے لے مگر اس شقی نے کہا میں قتل ضرور کروں گا اب صاحبزادوں نے کہا خیر ہمیں اتنی مہلت دے کہ دو رکعت نماز پڑھ لیں اس نے مہلت دی جب نماز سے فارغ ہوئے تو حارث ملعون نے بڑے بھائی کا سر جدا کرکے لاش فرات میں ڈالدی مگر وہ لاش ایک ساعت رکی رہی جب چھوٹے بھائی کی لاش پانی میں ڈالی گئی تو اسوقت بڑے بھائی کی لاش پانی کو ہٹاکر چھوٹے بھائی کے قریب آئی اور دونوں لاشیں لپٹ کر دریا میں ڈوب گئیں۔

فریاد از غریبی و بے یاری حسین

چوتھی مجلس

وما خلقنا الجن والانس الا لیعبدون۔

خالق کائنات مقصد خلقت جن وانس بیان فرما رہا ہے ارشاد ہو رہا ہے کہ میں نے نہیں کیا خلق جن وانس کو مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں گویا عبادت خداوندی ہی ہماری وجہ خلقت ہے۔ عبادت کے تحت وہ جملہ اعمال کرتے ہیں جو خوشنودی معبود کا باعث ہوں جن سے قربت الٰہی حاصل ہوں۔ نماز پڑھتے ہیں تو یہی نیت کرتے ہیں کہ اتنی رکعت نماز قربتہً الی اللہ پڑھ رہے ہیں اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اس کی رحمتوں کا اقرار کرتے ہیں اپنی عاجزی کے معترف ہوتے ہیں ہماری پیشانیاں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ ہم اپنی وجہ خلقت کو پورا کر رہے ہیں۔ ہم اپنے معبود حقیقی کی بارگاہ میں اپنے سر عبودیت کو خم کر رہے ہیں۔ صلوٰۃ۔

مگر معاف کیجئے گا خدا ہماری عبادتوں کا محتاج نہیں ہے۔ ہم کو تو اس نے اشرف المخلوقات بنا کے بھیجا ہے اور ہم کو تکلیف شرعی دی ہے تاکہ ہم اپنے اعمال کی بنا پر جزا و سزا کے مستحق ہوسکیں ورنہ اس کی کون سی ایسی مخلوق ہے جو اس کی تسبیح میں مصروف نہیں۔ دریاؤں کا تلاطم اس کی وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے۔ آبشاروں کا ترنم اس کی وحدت کے ترانے گا رہا ہے۔ سر بفلک پہاڑ اس کی بزرگی کا اعلان

کر رہے ہیں۔ طائروں کی صدائیں سبوحٌ قدوسٌ کے نعرے بلند کر رہی ہیں۔ کائنات کی کون سی ایسی شئے ہے جو اس معبود کی بارگاہ میں سر نیاز خم نہیں کئے ہوئے ہے۔ اس نے ایسے فرشتے بنا دیئے جو رکوع میں ہیں تو رکوع میں ہیں سجدے میں ہیں تو سجدے ہی میں ہیں گویا اس نے یہ بتا دیا کہ وہ ہماری عبادتوں کا محتاج نہیں بلکہ عبادت تو ہمارے ہی تزکیہ نفس کے لئے ضروری ہے۔ صلوٰۃ۔

معبود نے عبادت کو ہماری وجہ خلقت قرار دیا ہے۔ اب نماز کو لے لیجئے یہ عبادتوں میں سب سے افضل ہے بلکہ معراج مومن ہے مگر اس کے بھی وقت مقرر ہیں۔ تو کیا معاذ اللہ ہماری وجہ خلقت ان ہی پانچ اوقات میں محدود ہو گئی۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ اب روزہ لیجئے یہ بھی بڑی عظیم عبادت ہے اور عبدیت کے اظہار کا بہترین وسیلہ ہے۔ خداوند عالم نے ایک ماہ مخصوص فرمایا ہے جس میں بندہ اس کا مہمان ہوتا ہے اب گیارہ مہینے بچ گئے تو کیا عبادتیں صرف رمضان تک محدود رہ سکتی ہیں۔ حج کو لیجئے جو صاحب استطاعت پر واجب ہوتا ہے لیکن اس کے لئے بھی ایک مخصوص زمانہ ہے تو باقی زمانے میں انسان کیا عبادت کرے؟ زکوٰۃ کو لیجئے وہ بھی شرائط کے ساتھ واجب ہوتی ہے [illegible] سال بھر میں ایک بار واجب ہوتا ہے اور جہاد کا تو غیبت امام میں حکم ہی نہیں ہے لہٰذا معلوم [illegible] کہ عبادت معبود صرف نماز روزہ، حج، زکوٰۃ تک ہی محدود نہیں بلکہ کچھ اور عبادتیں ہیں جن کو انسان سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے ادا کر سکتا ہے ہر وہ عمل جو مطابق رضائے الٰہی کیا جائے عبادت ہے۔

مثلاً کوئی شخص تلاش معاش میں گھر سے نکلتا ہے اور اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ

حلال کی روزی حاصل کر کے اپنے بیوی بچوں کو پیٹ بھر دل تو یہ بھی عبادت ہے عورت پر سے جہاد ساقط کیا گیا مگر اس کا ثواب اسے گھر بیٹھے ہی مل گیا مردوں کو تو میدان جنگ میں آکر ثواب حاصل ہوتا ہے مگر عورت کو گھر کی چہار دیواری میں رہ کر اپنے بچوں کی پرورش کر کے یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ عین مطابق حکم خدا ہے۔ رمضان کا ایک روزہ ترک کرنا کتنا بڑا گناہ ہے مگر جو عورت کسی بچے کو دودھ پلا رہی ہو اور روزہ سے دودھ میں کمی واقع ہو جانے کا امکان ہو تو روزہ رکھنا درست نہیں ہے اور اس حالت میں روزہ عین عبادت ہے اگرچہ بعد میں اس کی قضا رکھنے کی ضرورت ہے۔ نماز اتنی اہم عبادت ہے لیکن اگر کوئی وضو کر رہا ہے اور اس کے پاس صرف اتنا ہی پانی ہے کہ وضو کر سکے اور کوئی پیاسا آجائے تو حکم ہے کہ وہ پانی پیاسے کو پلا دیا جائے اور تیمم سے نماز پڑھ لی جائے گویا خداوند عالم یہ کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے حقوق پر بندے کے حقوق کو ترجیح دیتے ہیں اسی لئے حکم ہے کہ والدین کی اطاعت کرو اور ان سے بلند آواز سے بات نہ کرو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

غرضیکہ ہر وہ کام جو مطابق حکم الٰہی کیا جائے عبادت ہے اگر ہم کپڑے خرید رہے ہیں تو یہ بھی ایک عبادت بن سکتا ہے اگر ہم ایسا لباس خریدیں جس کے پہننے کا ہم کو حکم ہو۔ ہم اپنے کھانے پینے کو بھی عبادت بنا سکتے ہیں ان چیزوں کے استعمال سے جو حلال ہوں نجس نہ ہوں اگر ہم ایسی چیزیں نہیں دیکھتے جن کو نہ دیکھنے کا حکم ہے ایسی آوازیں نہیں

سنتے جن کو ہمارے لئے حرام قرار دیا گیا ہے تو یہ بھی عبادت ہے۔ اگر ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے کسی کی غیبت نہیں کرتے تو یہ بھی عبادت ہے حکم ہے کہ جب دو مومن آپس میں ملیں تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائیں کیونکہ مومن کو خوش کرنا ثواب ہے اور چونکہ یہ عمل بھی موجب خوشنودی معبود ہے اس لئے عبادت ہے۔ خدا کی رحمت تو بہانے ڈھونڈھتی ہے کسی نے نیت کرلی تو اسے ثواب حاصل ہو جائے گا۔ اس کے نامہ اعمال میں دس گنا ثواب لکھ دیا جائے گا لیکن جب تک انسان برائی نہیں کرتا تو وہ برائی اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھی جاتی لیکن نیکی سے ثواب حاصل کرنے کے لئے تقویٰ شرط ہے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے کہیں سے روٹی چرائی اور ایک سائل کو دے دی اور وہ اس بات پر خوش تھا کہ میرے نامہ اعمال میں ایک روٹی چرانے کا گناہ لکھا جائے گا اور سائل کو روٹی دینے کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اس طرح میرے حصہ میں ۹ نیکیاں ضرور آجائیں گی۔ اس کو خدمت امام میں پیش کیا گیا اور اس نے اسی طرح استدلال کیا تو امام نے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ عمل نیک کی قبولیت کے لئے تقویٰ شرط ہے۔ چونکہ تو نے چوری کی روٹی سائل کو دی ہے اس لئے تیرے نامہ اعمال میں اس کا ثواب نہیں لکھا جاسکتا۔

کی قبولیت کے لئے تقویٰ شرط ہے چونکہ تو نے چوری) کی سائل کو دی ہے
اس لئے تیرے نامۂ اعمال میں اس کا ثواب نہیں لکھا جاسکتا لیکن
ممکن ہے بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان
کوئی عمل کرے اور اس کے نامۂ اعمال میں نہ لکھا جائے اس کو
سمجھنے کے لئے دورِ حاضرہ کی سائنسی ایجادات کو لیجئے روزمرّہ کی
چیز ہے "ٹیلی فون" اسے لے لیجئے۔ آج کل نمبر پلیز کا زمانہ ختم ہو چکا ہے
آٹومیٹک فون کا زمانہ ہے۔ ادھر آپ نے نمبر ڈائل کیا اور ادھر
طرف گھنٹی بجی اگر کسی نے دوسری طرف فون اٹھا لیا تو ایک کال ہو گئی
خواہ بات ہوئی ہو خواہ بات نہیں ہوئی ہو۔ ہوتا کیا ہے کہ میں بتاؤں
ہر نمبر کے ساتھ اکسچینج میں ایک میٹر ہوتا ہے جو کال ہونے پر ریکارڈ
کر لیتا ہے جتنی کالیں کی جائیں گی ریکارڈ ہوتی جائیں گی
تو جب ہم نے ایسی مشینیں بنالی ہیں جس میں اس طرح کے ریکارڈ
تیار ہوتے ہیں تو کیا قدرت کے کارخانے میں ایسی چیزیں
ممکن نہیں ہیں جو ہماری نیکیوں اور بدیوں کا حساب تیار
کرتی ہیں۔ صلوٰۃ۔

یہ تو رہیں روزمرّہ کی زندگی کے عمل جن کو اسلامی تعلیمات
کے ذریعہ عبادت بنایا جا سکتا ہے اب دیکھیں اس عظیم مقصد
خلقت کو پورا کرنے کے لئے ہمارے نبی نے کیا ارشاد فرمایا ہے کیا
آپ کو وہ مشہور حدیث یاد دلانے کی ضرورت ہے جس پر عمل کر کے
انسان سب سے بڑی عبادت کا شرف حاصل کر سکتا ہے۔ ذرا ایک صلوٰۃ
بھیجئے تو میں عرض کر دوں۔

ارشاد نبی ہے کہ اپنی مجلسوں کو ذکر علی سے زینت دو کیونکہ ذکر علی عبادت ہے۔ صلوٰۃ اور ذکر علی کیونکر عبادت نہ ٹھہرے اس لئے کہ اسی ذکر سے تو نبی کا ذکر نکلتا ہے اور نبی کے ذکر سے خدا کا ذکر نکلتا ہے اور خدا کا ذکر عبادت ہے۔ صلوٰۃ

اب ذرا آیت اور حدیث کو ساتھ ساتھ دیکھئے۔ انسان کی خلقت کا مقصد عبادت ہے اور ذکر علی بھی عبادت ہے لہٰذا یہ کیوں نہ کہا جائے کہ انسان کی وجہ خلقت ذکر علی کرنے کے لئے ہوئی ہے۔ صلوٰۃ۔

اور اس کی تقویت اس حدیث قدسی سے بھی تو ہوتی ہے جس میں ارشاد رب العزت ہے کہ اے نبی ہم نے اگر آپ کو نہ پیدا کیا ہوتا تو آسمان کو نہ پیدا کیا ہوتا۔ اور رسول فرما رہے ہیں کہ میں اور علی ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں لہٰذا افلاک کی تخلیق کا سبب علی بھی ہیں اور ان کا ذکر عبادت ہے تو معلوم ہوا کہ انسان کو ذکر علی کے لئے خلق کیا گیا۔ صلوٰۃ۔

اور علی کا ذکر کیوں نہ عبادت قرار پائے اس لئے کہ اسی ذکر کے ساتھ تو نبی کا ذکر دوش بدوش نظر آتا ہے اور نبی کے ذکر سے خدا کا ذکر نکلتا ہے۔

کون سا ایسا موقع ہے جہاں نبی ہوں اور علی نہ ہوں۔ کعبے کو بتوں سے پاک کرنے میں نبی کے ساتھ کون تھا؟ دعوت ذوالعشیرہ میں کس نے رسالت کی گواہی دی تھی؟ اعلان نبوت کے بعد نبی کی حفاظت کس نے کی تھی۔ کفار و قریش نے آں حضرت کو پریشان کرنے

کے لئے بچوں کو لگا دیا گیا تھا۔ ادھر آپ باہر تشریف لے جاتے ادھر بچے آپ کو ستاتے آپ کو کچھ نہ کہتے تھے ظاہر ہے کہ اگر آپ بچوں سے کچھ کہتے تو کفار قریش کو کہنے کا موقع مل جاتا کہ آپ بزرگ ہو کے بچوں سے جھگڑتے ہیں لہٰذا آپ صبر فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت علی آپ کے ساتھ ہو لئے ان کی کم سِنی ہی تھی۔ اس بار پھر کفار کے بچوں نے آپ کو ستانا شروع کیا لیکن اب تو علی آپ کے سینہ سپر تھے۔ آپ نے ان بچوں کی وہ مرمت کی کہ دوبارہ ان کی جرائت نہ ہوئی کہ رسول کو ستائیں۔ صلوٰۃ۔

کیا شب ہجرت کے واقعے میں علی کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ بستر رسول پر سونے والا کون تھا کس نے کھنچی ہوئی تلواروں کے بیچ اس سکون سے رات گذاری کہ خدا سے نفس کا سودا کر لیا۔ صلوٰۃ۔

بہر حال علی کی زندگی بچپن ہی سے وقف تھی رسول اور اسلام کی حفاظت کے لئے۔ کبھی اُحد۔ بدر۔ خیبر و خندق میں تلوار کے ذریعہ اسلام و رسول کی حفاظت کرتے نظر آئے تو کبھی بعد رسول خاموشی سے گوشہ نشینی کی زندگی گذار کر اسلام کی حفاظت کرتے نظر آتے ہیں۔

پچیس ۲۵ سال تک میرے امام خاموشی کی زندگی گذارتے رہے لیکن حفاظت اسلام سے غافل نہ رہے بلکہ ہمہ وقت اسلام کے آڑے وقت میں اسلام کے کام آئے۔ اور ۵۸ سال کی عمر میں جب انسان سکون و آرام چاہتا ہے جب سن کا تقاضہ ہوتا ہے کہ آرام کیا جائے اس وقت پھر اسلام والے در علی تک آتے ہیں اور خلافت

ظاہری کے لئے خواہش کرتے ہیں۔ آپ ان سے کہتے ہیں جس طرح اب
تک تم اِدھر اُدھر بھٹکتے رہے جاؤ کسی اور کو تلاش کر لو۔ جب
اصرار بڑھا اور آپ نے دیکھا مسلمان واقعی پریشانی سے بھٹک
رہے ہیں تو آپ نے خلافت ظاہری قبول کر لی۔ لیکن اب پھر ایک
دفعہ اور آپ کی پریشانیوں میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ ایک طرف
وہ لوگ جنھوں نے آپ کی بیعت کی تھی مخالفت کرنے لگے دوسری
طرف حاکم شام سرکشی کرنے لگا۔ مجبوراً امام کو جنگ کا فیصلہ کرنا
پڑا۔ اور جمل صفین و نہروان کی جنگ لڑنا پڑی اور ان جنگوں میں
امام نے بتا دیا کہ علی کے قوت بازو میں کوئی کمی نہیں آئی ہے ان
بازوؤں میں آج بھی وہی طاقت ہے جو بدر و احد کے وقت تھی صفین
و نہروان میں علی کی تلوار چلتے دیکھ کر لوگوں کو خیبر و خندق کی یاد
تازہ ہو گئی لیکن کیا میرے امام کو سکون مل سکا نہیں۔ مسلمانوں
کی بے انتہا خدمت کے بعد جو مولا کو سکون نہ ملا اور اسی بنا پر تو
آپ یہ درد بھرے فقرے فرمایا کرتے تھے کہ کہاں ہے وہ شخص جو
میری داڑھی کو میرے خون میں تر کرے گا آخر کس کا انتظار ہے ہیں کو
مولائے کائنات رخصت ہوئے فاطمہ کے گھرانے میں کہرام مچا۔ زینب
و ام کلثوم جو ماں کے سایہ سے محروم ہو چکی تھیں اب باپ کی
شخصیت سے بھی محروم ہو گئیں لیکن بھائی [illegible] کا سہارا تھا جس کے
بعد حسین کی ڈھارس تھی لیکن ایک وقت وہ بھی آیا کہ حسین مدینے
سے رخصت ہوئے۔ مدینہ صرف حسین کا وطن ہی نہ تھا بلکہ
اس مدینے میں نانا کا روضہ تھا ماں کی لحد تھی بھائی کا مزار تھا

حسین حضرت اسلام کے لیئے ان سب سے جدا ہو کر مکہ آئے لیکن جب
مکے میں بھی دشمن آنے لگے تو حسین حج کو چھوڑ کر حضرت عمرہ پر
اکتفا کرتے ہیں۔ مکہ سے حسین کربلا کی طرف چلے حسین نے کوفے کا
قصد کیا۔ ابھی کوفے نہیں پہونچے تھے کہ شہادت مسلم کی خبر ملی
اور پھر حر کا لشکر ملتا ہے جو حسین کو کربلا کی طرف چلنے پر مجبور
کرتا ہے امام کربلا کی طرف بڑھے تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام کا
گھوڑا چلتے چلتے رک جاتا ہے امام نے سات گھوڑے بدلے مگر کوئی
آگے نہ بڑھا امام نے جھک کر ایک مٹھی خاک زمین سے اٹھائی
اور اسے سونگھا پھر فرمایا ہاں ہم اپنی منزل تک پہونچ گئے یہی
وہ جگہ ہے جہاں ہمیں قیام کرنا ہے۔ اے عباس خیموں کے نصب کرنے
کا انتظام کرو کہ ایک دفعہ فضہ دوڑتی ہوئی آئیں امام سے کہا
آپ کو شہزادی زینب بلاتی ہیں۔ امام جناب زینب کے پاس
تشریف لے گئے۔ بہن نے بھائی کو دیکھا کہا بھیا یہ کیسا وحشت ناک
صحرا ہے بھیا میرا دل یہاں پہونچ کر گھبرا رہا ہے یہاں قیام نہ
کیجئے جوں ہی میں اتری میرے سر پر گرد آئی یہ نحوست کی نشانی
ہے قافلے کو جلد از جلد آگے چلنے کا حکم دیجئے۔ امام فرماتے ہیں بہن
یہی وہ جگہ ہے جو میرے انتظار میں ہے ہاں ہم اپنی منزل تک پہونچ
چکے ہیں اب آگے نہیں جانا ہے نہیں۔ زینب گھبراؤ نہیں عباس خیموں کا انتظام
کر رہے ہیں اب ہم کو یہیں قیام کرنا ہے۔
ہاں یہاں کربلا آج کربلا پہونچا عباس و علی اکبر دریا کے کنارے
خیمہ نصب کرا رہے ہیں کہ دور سے گرد اٹھی معلوم ہوا کہ اشقیا کی فوج

آنی شروع ہوگئی ہے لیکن بچّوں کو کوئی گھبراہٹ نہیں کیوں کہ ان کا چچا عباس موجود ہے۔ زینب نے سنا لیکن پریشان نہ ہوئیں کیوں کہ جانتی ہیں جوان بھائی عباس موجود ہے۔ لیکن کیا زینب کا یہ سہارا باقی رہا نہیں نہیں ایک وقت وہ بھی آیا عباس خیمے سے رخصت ہوئے اور پھر میدان سے آواز آئی آقا مدد کو آیئے (اجرکم علی اللہ)

آج مہمان کربلا پہونچا دستور دنیا ہے کہ جب کوئی مہمان کہیں آتا ہے تو میزبان اور بلانے والے اس کی ہر طرح سے مدد و خدمت کرتے ہیں چہ جائیکہ امام وقت مہمان ہو۔ لیکن یہ کوفے والوں کی کیسی میزبانی تھی کہ کوئی خبر نہیں لیتا اور یہی نہیں بلکہ جب خیمے فرات کے کنارے سے ہٹا دیئے گئے ساتویں محرم سے پانی بند ہوگیا اب چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے بیتاب ہیں العطش العطش کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں لیکن کوئی نہ تھا جو ان بچوں کو پانی پلاتا اپنے تو سب شہید کر دیئے گئے نہیں تھے کیوں نہیں ہزاروں کا لشکر موجود تھا مگر وہ کیسی مہمان نوازی کر رہا تھا کوئی تیر چلاتا تھا کوئی تلوار چلاتا تھا کوئی نیزہ مارتا تھا صرف یہی نہیں بلکہ کوئی بے باپ کی معصوم بچی سکینہ کو طمانچے مارتا تھا۔ کوئی خیام میں آگ لگاتا تھا اور بیبیاں ایک خیمے سے دوسرے خیمہ میں جا رہی تھیں اکیلے گھر کے وہ جوان جن پر سب کو فخر تھا۔ جو اہل حرم کی ڈھارس تھے وہ اپنے سر کٹائے میدان میں پڑے تھے۔ ایک طرف عباس اپنے شانے کٹائے ہوئے کہیں علی اکبر کے سینے میں برچھی کہیں قاسم کا پامال لاشہ اور دوسری طرف اس گھر کا وارث زخموں سے چور گرم ریتی پر پڑا تھا اور کوئی نہ تھا جو ان لاوارث لاشوں کو دفن کرتا

دشمنوں نے اپنے کشتہائے نجس کو دفن کیا مگر ہائے نواسۂ رسول کو کوئی
دفن کرنے والا کوئی نہیں۔

نہیں یہ کیوں کہوں کہ کوئی دفن کرنے والا نہیں اور سید
سجاد ایسا جوان بیٹا موجود تھا مگر کس حالت میں ہاتھوں میں
ہتھکڑیاں پیروں میں بیڑیاں گلے میں خار دار طوق یہی تو وہ غم
تھا جس کو سید سجاد برداشت نہ کر سکے اور اسی کو یاد کر کے عمر بھر
روتے رہے کہ ہائے بوڑھے باپ کا لاشہ خاک و خون میں جلتی
ریت پر بے گور و کفن ہو اور جوان بیٹا ایسا مجبور ہو کہ دفن بھی
نہ کر سکتا ہو۔ اجرکم

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ جب خیام حسینی میں آگ لگی تو میں نے
دیکھا کہ ایک ننھی سی بچی کانوں میں گوشوارے پہنے ایک طرف کو
بھاگی جا رہی ہے اور اس کے کرتے میں آگ لگی ہوئی ہے میں اس
خیال سے آگے بڑھا کہ اس کے کرتے کی آگ بجھا دوں جب میرے
آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو اس بچی نے بڑی بے کسی کے ساتھ مجھ سے
کہا کہ اے شیخ کس ارادے سے آ رہا ہے میرے پاس کوئی قیمتی
چیز نہیں ہے۔ میں نے کہا تمہارے کرتے میں آگ لگی ہے میں اسے
بجھانے آ رہا ہوں۔ اس بچی نے تڑپ کر کہا اے شیخ مجھے ہاتھ نہ
[redacted] رسول ہیں آگ میں جل جانا گوارہ ہے مگر کسی
نامحرم کا ہاتھ لگانا گوارہ نہیں ہے میں نے کہا اچھا تم خود
ہی آگ بجھا لو چنانچہ اس بچی نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے
کرتے کی آگ بجھائی پھر بچی نے مجھ سے کہا اے شیخ

مجھے نجف کا راستہ بتا دے میں نے کہا تم نجف جا کر کیا کرو گی بچی نے کہا اپنے دادا علی سے فریاد کروں گی کہ آپ یہاں قبر میں سو رہے ہیں اور کربلا میں آپ کا سارا گھر برباد ہو گیا۔ بوڑھے بچے جوان سب قتل کر ڈالے گئے ظالموں نے ہمیں لوٹ لیا۔ خیموں میں آگ لگا دی ابھی میں وہاں سے ہٹا نہ تھا کہ خولی ملعون آ پہونچا اور اس کمسن بچی کے گوشوارے چھین لیے اور بچی کو طمانچے مارنا شروع کئے۔ یہ دیکھ کر میں کانپ گیا۔

صرف یہی نہیں ان بے سہارا عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے برہنہ پشت اونٹوں پر سوار کیا۔ بیمار کربلا کو طوق و زنجیر میں جکڑ کر ایک اونٹ پر بٹھا دیا اس خوف سے کہ آپ حالت بیہوشی میں گر نہ پڑیں آپ کے دونوں پیر اونٹ کی پیٹ پر باندھ دیئے گئے ہائے ہائے ایسا ظلم کبھی دنیا میں کہیں بیماروں کے ساتھ ہوا ہے۔ اب قافلہ کوفے کی طرف روانہ ہوا۔ اب قافلہ تھوڑی دور چلا تھا اتنے میں ایک شخص جس کی پیشانی پر سجدے کا نشان تھا آیا اور سید سجاد کے سامنے آ کر کہنے لگا شکر ہے خدا کا کہ جس نے تم کو رسوا کیا۔ امام کی گردن جو طوق و زنجیر کے بار سے نیچے جھکی ہوئی تھی آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا اے شخص کیا تو قرآن کو جانتا ہے اس نے کہا کہا کہ ہاں کہا کہ پڑھا ہے اس نے کہا کیوں نہیں آپ نے فرمایا اہلبیت کو جانتا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا آیہ تطہیر پڑھی ہے اس نے کہا کیوں نہیں۔ علی و فاطمہ حسن و حسین ہیں۔

اس کے بعد آپ کا اونٹ آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ شخص متحیر تھا اس کے بعد دوڑا اور کہا اے شخص یہ تو میرے سوال کا جواب نہیں ہے میرے سوال کا جواب دو واللہ دم گھٹا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا آیۂ مودت بھی پڑھی ہے اس نے کہا ہاں آیۂ مودت پڑھی ہے
کہا تو حسین کو جانتا ہے پہچان لے گا اس نے کہا کیوں نہیں اب تو امام
سے تاب ضبط نہ رہی آپ نے فرمایا اے شخص ہم اہل بیت رسول ہیں آیۂ
مودت ہماری شان میں آئی ہے۔ آیۂ تطہیر کے ہم مصداق ہیں آگے
جاکر دیکھ لے سب سے بلند نیزہ پر کس کا سر ہے۔ یہ سن کر وہ شخص
رونے لگا دوڑا ہوا آگے بڑھا دیکھا امام کا سر نوک نیزہ پر بلند ہے
اور سورہ کہف کی تلاوت کرتا جا رہا ہے یہ دیکھ کر اس نے اپنا سر پیٹ لیا
اور چیخ چیخ کر رونے لگا مولا مجھے معاف کر دو میں نہیں جانتا تھا کہ آپ
کے ساتھ دنیا نے یہ بدسلوکی اور ظلم کیا یہ سن کر تمام مجمع رونے لگا۔

حسین کو چاہنے والی بیبیوں خدا آپ کو سوائے غم حسین کے اور
کسی بھی غم میں نہ رُلائے اتنا ہی کافی ہے کہ اس مجلس عزا میں چند آوازیں
بلند ہو گئیں اگر ایک قطرہ آنسوؤں کا نکل جائے تو بہت ہے مگر میں بتاؤں
آوازِ بلند رونا آئمہ طاہرین علیہ السلام کو کتنا پسند ہے۔

مجلس ہو رہی ہے ذاکر ممبر پر مصائب حضرت سیدالشہداء بیان
کر رہا ہے لوگ رو رہے ہیں ایک بار امام کی نظر ایک شخص پر پڑتی
ہے آپ فرماتے ہیں اے ابو بصیر تو میرے جد کے مصائب پر رو نہیں
رہا ہے اس پر ابوبصیر جواب دیتے ہیں مولا رو رہا ہوں دیکھ لیجیے
داڑھی آنسوؤں [illegible] رہے اس پر امام جواب دیتے ہیں ابوبصیر یوں نہ
نہ بلکہ اس طرح جس طرح میری جدہ ماجدہ جنت میں واحسینا واحسینا کے
نعرے بلند کر کے روتی ہیں۔ اجرکم۔

بس ایک چھوٹی سی روایت اور عرض کروں اور مجلس کو تمام کروں۔

روایات بتاتی ہیں کہ جب لٹا ہوا قافلہ دربار یزید میں پہونچا تو عجب عالم ہوا۔ یزید دربار میں تخت پر بیٹھا ہے۔ دربار نامحرموں سے بھرا ہوا ہے۔ اور ایک کونے میں عترتِ رسول سر برہنہ بالوں سے چہرے کا پردہ کئے ہوئے سر جھکائے کھڑے ہیں۔ اللہ اللہ اہل حرم پر یہ کیسی مصیبت آئی ہے۔ یزید کہتا ہے کہ مجھے حسین کی بہن زینب سے گفتگو کرنا ہے ان کے سامنے سے سب کنیزیں ہٹ جائیں۔ یہ سنکر کنیزیں ہٹ گئیں مگر ایک کنیز جلیشہ سامنے کھڑی رہی۔ شمر نے بار بار اس کنیز کو ہٹانا چاہا مگر ناکام رہا۔ تو تلوار کھینچ لی چاہتا تھا کہ وار کرے کہ کنیز جلیشہ نے یزید کے پیچھے کھڑے ہوئے سات سو حبشی غلاموں کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ وائے ہو تم پر تمھارے قبیلہ کی ایک عورت پہ غیر قبیلہ کا آدمی ہاتھ اٹھانا چاہتا ہے اور تم دیکھ رہے ہو۔ بس یہ سننا تھا کہ سب حبشی غلام بپھر گئے کہا اے یزید شمر کو روک لے ورنہ دربار میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔

نہ پوچھئے اس واقعے کا زینب پر کیا اثر ہوا۔ اک بار نجف کا رخ کیا اور فریاد کی "اے بابا ایک زن جلیشہ کو بچانے کے لئے اتنے لوگ۔ مگر آپ کی زینب کربلا سے کوفے اور کوفے سے شام تک تازیانوں پر تازیانے کھاتی چلی گئی مگر آہ کوئی بچانے والا نہیں"۔

پانچویں مجلس

قَالَ اللّٰہُ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

جس آیۂ مبارکہ کی میں نے تلاوت کی ہے وہ ایک عظیم سورہ کی آیت ہے جس کی تلاوت کے بغیر کوئی نماز مکمل نہیں ہوتی۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ یہ سورۂ حمد کی آیت ہے جسے ہم پنج وقتہ نماز میں پڑھا کرتے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں اس کی حمد وثنا کے بعد اعتراف کرتے ہیں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اے پروردگار ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت کر۔ صلوٰۃ

اور یہی وہ عظیم سورہ ہے جس کے لئے مولائے کائنات امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے ابن عباس جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۂ حمد میں ہے۔ گویا یہ وہ کوزہ ہے جس میں دریا سمٹ کر آگیا ہے۔ صلوٰۃ۔

ارشاد ہو رہا ہے کہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت کر یعنی ہمیں حق صداقت کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور پھر آگے چل کر صراط مستقیم کی وضاحت کی جا رہی ہے کہ اے پروردگار ہمیں ایسے لوگوں کے راستے پر چلنے کی ہدایت کر جن پر تو نے اپنی نعمتیں نازل کی ہیں نہ کہ ایسے لوگوں کے راستے پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا ہے۔ صلوٰۃ۔

آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ قیامت کے دن حساب کے بعد ہر شخص کو صراط کے پل سے گذرنا ہوگا جس کے نیچے جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے اور یہ راستہ بال سے زیادہ باریک ہوگا اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز جو لوگ نیک اعمال ہوں گے وہ لوگ اس راستے سے آسانی سے گذر جائیں گے اور داخل بہشت ہوں گے اور جو لوگ بد اعمال ہوں گے ان کے قدم ڈگمگا جائیں گے اور جہنم کے شعلے اپنی طرف کھینچ لیں گے غالبًا اسی منزل دشوار پر ثابت قدم رہنے کے لئے اور اسی راستے سے بخیر و خوبی گذر جانے کے لئے ہمیں یہ دعا تعلیم کی جا رہی ہے کہ اے پروردگار ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت کر۔ یعنی کہ اگر ہم اس دنیا میں راہ مستقیم پر گامزن رہے تو انشاء اللہ صراط کے پل پر سے بھی صحیح و سالم گذر جائیں گے گویا وہ بال سے باریک راستہ اسی دنیا میں ہے جس پر ہمیں سنبھل سنبھل کر چلنا ضروری ہے تاکہ روز محشر صراط پر سے گذر سکیں۔ صلوٰۃ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صراط مستقیم ہے کیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس سے مراد طریقہ معرفت خدا ہے اور اس کے دو راستے ہیں ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں دنیا کے لئے راہ ہدایت ہے معرفت و پیروی امام اور آخرت کے لئے وہ پل جو جہنم پر قائم کیا گیا ہے چنانچہ وہ بال سے زیادہ باریک راستہ تو دنیا میں ہے [illegible] ہوتا ہے جو یہاں اطاعت و پیروی امام کرتا رہے گا وہ پل صراط سے بخیر و خوبی گذر جائے گا اور جو معرفت امام سے بے بہرہ رہے گا اس کے قدم پل صراط پر لغزش کر جائیں گے اور وہ جہنم میں گر جائے گا۔

مگر وہ کون سی اہم شخصیتیں ہیں جن پر خدا کی نعمتیں نازل ہوئی ہیں اور جنکی اطاعت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ تو آیئے ہم اسی در پر چلیں جہاں قرآن نازل ہوا۔ تفسیریں گواہ ہیں کہ یہ لوگ محمد و آل محمد ہیں صلوٰۃ ان کے علاوہ کوئی نہیں صراط مستقیم انھیں کی محبت اور انھیں کی پیروی ہے۔

یہی لوگ سرچشمۂ ہدایت ہیں جن کے فیض سے ہدایتیں پروان چڑھتی ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے وسیلے سے آدم کی توبہ قبول ہوئی یہی وہ نام ہیں جن کی برکت سے کشتی نوح ساحل مراد پر پہونچی۔ یہی وہ انوار مقدسہ ہیں جو صلب ابراہیم میں پہونچے تو ان کے لیے آتش کدہ گلزار بن گیا۔ صلوٰۃ کیا کہنا آل محمد کا جن کی محبت و مودت اجر رسالت قرار دی گئی۔ جن کی عصمت کی آیۂ تطہیر گواہ ہے۔ جن کی عظمت و جلالت سے اہل نجران لرزہ براندام ہو گئے اور وہ مباہلہ سے باز رہے یہی وہ ذاتیں تھیں جن کی ہر ادا قدرت کو پسند اگر بستر رسول پر استراحت کی تو مرضئ الٰہی کے مالک بن گئے اگر میدان کارزار میں آ گئے تو ملک کو کہنا پڑا لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار صلوٰۃ

اگر ان میں سے کسی فرد کے استقبال کے لئے رسول اٹھے تو کسی کی خاطر سجدے کو طول دیا۔ یہی وہ لوگ تھے کہ اگر حالت رکوع میں سائل کو انگوٹھی دی۔ تو آیت قرآن نازل ہوئی اگر انھوں نے تین روزوں کے بعد جو کی سوکھی روٹیاں خیرات کی تو سورۂ ہل اتیٰ نازل ہوا اور ان کی سعی کو سعی مشکور قرار دیا گیا۔ صلوٰۃ۔

ان میں کا ہر ایک فرد ہدایت کا سرچشمہ تھا اگر کوئی مردوں کے

لئے نمونۂ عمل تو کوئی عورتوں کے لیے سیدہ فیض مشہور واقعہ ہے۔

ایک بوڑھا عرب غلط وضو کر رہا تھا وہاں امام حسن علیہ السلام وامام حسین علیہ السلام بھی موجود تھے ان دونوں کی ابھی کمسنی تھی بوڑھے کو غلط وضو کرتے دیکھ کر ان سے نہ رہا گیا اور ان کو یہ بھی گوارہ نہ تھا کہ اس کی ہدایت کسی ایسے طریقے پر کی جائے جس سے اس کی دل شکنی نہ ہو۔ چنانچہ دونوں بھائیوں نے کہا کہ اے شخص ہم دونوں بھائی وضو کرتے ہیں تو دیکھ کس کا وضو درست ہے دونوں نے وضو کیا ظاہر ہے نبی کے گھرانے کے بچے تھے کسی کا وضو غلط کیسے ہو سکتا تھا۔ بوڑھا سمجھ گیا کہ یہ اس کی ہدایت کا ایک انوکھا طریقہ ہے کہنے لگا شاہزادوں آپ دونوں کے وضو درست ہیں میں ہی غلط وضو کر رہا تھا۔ صلواۃ

مولائے کائنات حضرت علی کی شان ہدایت بیان کروں کیا یاد دلاؤں کہ کبھی یہودی کے باغ میں مزدوری کر کے آپ نے بتایا کہ محنت کر کے پیسہ کمانے میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے تو کبھی میدان جنگ میں نماز پڑھ کے اہمیت نماز بتائی۔ جنگ جاری تھی اور حضرت علی مصروف نماز تھے کسی نے کہا مولا یہ نماز کا وقت نہیں اس پر مولا نے جواب دیا کہ ہماری جنگ کا مقصد بھی تو نماز ہی قائم کرنا ہے۔ صلواۃ۔

بعد رسول اسلام پر جب بھی سخت وقت پڑا اہلبیت ہی کام آئے ایک بار خلیفۂ وقت کے پاس دو عورتیں پہونچیں ان کے پاس ایک بچہ تھا دونوں کہہ رہی تھیں کہ یہ بچہ ان کا ہے جب خلیفۂ وقت فیصلہ کرنے میں ناکام رہا تو یہ قصہ خلیفہ برحق علی مرتضیٰ علیہ السلام

کے پاس لایا گیا۔ آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ بچے کے ۲ ٹکڑے کرے ایک ایک ٹکڑا دونوں عورتوں کو دے دیا جائے۔ جب قنبر تلوار لے کر بڑھے تو ایک عورت تو خاموش رہی لیکن دوسری عورت نے تڑپ کر کہا کہ یہ بچہ اسی عورت کو دیا جائے میرے پاس نہ سہی اس کے پاس رہے گا مگر زندہ تو رہے حضرت علی فوراً سمجھ گئے کہ یہ بچہ اسی عورت کا ہے جس کی مامتا نے یہ قبول نہیں کیا کہ اس کا بچہ قتل کر دیا جائے چنانچہ حضرت علی نے بچہ اسی عورت کو دلوا دیا۔ آپ نے دیکھا کہ میرے مولا نفسیات سے کس قدر واقفیت رکھتے تھے جس کی بنا پر اتنا اہم مسئلہ حل کر دیا۔ ارے یہی تڑپ تو حضرت علی کے دل میں اسلام کے لیے تھی کہ جب ابو سفیان نے آکر کہا کہ اگر آپ کہیں تو مدینے کو فوجوں سے بھر دوں آپ نے خلیفۂ وقت سے مقابلہ تو کیجیے اس پر حضرت علی نے کہا کہ تو اسلام کا دوست کب رہا ہے۔ مجھے یہ گوارہ نہیں کہ اپنے حق کے لیے کشت د خون کراؤں۔ اسلام غیر کے ہاتھ ہی میں رہے مگر سلامت رہے۔

اگر علی ہر آڑے وقت پر اسلام کے کام آئے تو ان کے جگر بند حسن و حسین نے بھی اسلام کے پھولنے پھلنے کے لیے ہر قربانی پیش کی اگر ایک بھائی نے صلح کر کے صلح حدیبیہ کی یاد تازہ کی تو دوسرے بھائی نے جنگ کر کے اسلام کو بچایا۔

لوگ کہتے ہیں کہ حسن معاذاللہ بہادر نہ تھے اس لیے صلح کر لی میں کہتی ہوں کہ حسن کی بہادری دیکھنا ہو تو جنگ جمل میں آئیے محمد حنیفہ جنھیں حضرت علی نے فنون سپہ گری خود تعلیم کیے تھے حملے پر حملے

کر رہے ہیں مگر جمل تک پہونچنے میں ناکام ہیں۔

ایک بار حضرت علی نے نیزہ حسن کے ہاتھ میں دیا اور کہا بیٹا جاؤ اور اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر واپس آؤ۔ حسن گئے اور ایک ہی حملے میں جمل تک پہونچ گئے اور کامیاب واپس آئے۔ محمد حنیفہ یہ دیکھ کر کچھ شرمندہ ہوئے تو حضرت علی نے کہا کہ بیٹا شرمندہ نہ ہو تو میرا بیٹا ہے اور حسن رسول اللہ کے بیٹے ہیں۔

اگر حسن کی بہادری دیکھنا ہے تو ذرا کربلا میں تشریف لائیے کربلا میں حسن تو موجود نہیں مگر ان کے نورنظر قاسم ہیں۔ جو امام سے پوچھ رہے ہیں کہ چچا جان بتایئے کہ فہرست شہدا میں میرا نام بھی ہے کہ نہیں حسین توقف فرماتے ہیں اور دنیا کو جرأت قاسم جو انھیں باپ حسن سے ورثہ میں ملی تھی دکھانے کے لیے پوچھتے ہیں کہ نورنظر بتاؤ موت تمھاری نظر میں کیسی ہے؟ قاسم جواب دیتے ہیں چچا جان آج کے دن شہد سے زیادہ شیریں۔ دنیا حسن کے لال قاسم کی بہادری دیکھے میں کہتی ہوں قاسم نے موت کو شیریں کہہ کر اپنی جراءت کا مظاہرہ ہی نہیں بلکہ "کل نفس ذائقۃ الموت" میں ذائقہ موت کی تفسیر بھی فرما دی۔

حسین نے کہا بیٹا کل تم بھی شہید ہوگے اور تمھارا چھوٹا بھائی علی اصغر بھی شہید ہوگا۔ اپنی شہادت کی خبر سن کر قاسم خوش ہوگئے مگر علی اصغر کی خبر شہادت سن کر تڑپ گئے اور پوچھا کہ چچا جان کیا یہ اشقیا خیموں میں چلے آئیں گے۔ حسین نے کہا نہیں میں اپنے ہاتھوں پر لے کر بچے کو جاؤں گا۔ میں کہتی ہوں قاسم آپ اس تصور ہی سے تڑپ اٹھے کہ اشقیا خیمے میں چلے آئیں گے مگر ذرا اس کے دل سے

ہو چھپے جس کے سامنے ماں بہنوں کی چادریں چھینیں خیموں میں آگ لگائی گئی اجرکم ربکم۔

بی بیوں آج محرم کی سات تاریخ ہے آج کی خصوصیت یہ ہے کہ آج آپ جناب سیدہ عالم کو یتیم حسن کا پرسہ دیتی ہیں ہاں آج کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آج ہی سے حسین پر پانی بند کر دیا گیا۔ فرات پر پہرے بٹھا دیئے گئے۔ اطفال حسین کی العطش العطش کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ بی بیوں آج سے جب ٹھنڈا پانی پینا تو حسین اور ان کے بچوں کی پیاس یاد کر لینا اپنے بچوں کو دودھ پلانا تو علی اصغر کی تشنگی یاد کر لینا۔ جزاء کم ربکم۔

انصار شہید ہو چکے عزیزوں کی باری آئی زینب کے دونوں لال ماموں پر قربان ہو چکے اس کے بعد خیمے سے ایک خوبصورت نوجوان شہزادہ نکلا جسے ماں نے بڑی مامتا سے پالا تھا یتیم بچے ماں کو بہت عزیز ہوتے ہیں یہ کون امام حسن کی تصویر ام فروہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک جناب قاسم چچا کے سامنے اصرار کر رہے ہیں چچا جان اب مجھے مرنے کی اجازت دیجیے۔ کہا بیٹا تیرے باپ نے تجھے میرے حوالے کیا تھا۔ تجھے بچپن سے میں نے پالا ہے تم میرے بھائی کی نشانی ہو گئے تم کو مرنے کی اجازت دوں اے قاسم حسین سینے میں وہ دل کہاں سے لائے جو تیرا جنازہ اٹھائے اے بیٹا زندہ رہو کہ جب میں دم توڑ دوں تو تم میرے سرہانے آنا قاسم نے بہت اصرار کیا مگر امام نے اجازت نہیں دی قاسم مجبور ہو کر خیمے میں آئے سوچ رہے ہیں کہ کیسے چچا سے اجازت لوں۔ اکبار بازو کے تعویز پہ نظر پڑتی ہے جسے حسن نے باندھا تھا اور کہا تھا کہ جب

کوئی سخت وقت پڑے تو اسے کھولنا۔ قاسم نے سوچا کہ اس سے زیادہ سخت وقت اور کیا ہو سکتا ہے۔ تعویز کھولا اور پڑھا اس میں لکھا تھا بیٹا قاسم کل کربلا میں جب میرا بھائی دشمنوں میں گھر جائے تو تم جان دے دینا میری طرف سے نصرت کرنا۔

قاسم خوش ہو گئے خط لیکر حسین کے پاس آئے کہا چچا بابا کی سفارش لایا ہوں حسین نے بھائی کی تحریر پہچان خط کو آنکھوں سے لگایا حسین اور قاسم گلے لگ کر اتنا روئے کہ دونوں کو غش آگیا۔

قاسم بی بیوں سے رخصت ہوئے گھوڑا آیا قاسم نے سوار ہونا چاہا مگر گھوڑا اونچا تھا۔ چچا عباس نے بڑھ کر گود میں لیا قاسم کو گھوڑے پر بٹھایا۔ رکابوں تک پیر نہ پہونچے تو تسمے کاٹ کر رکابیں چھوٹی کیں رکابوں میں پیر ڈالے ایک چھوٹی سی تلوار لی میدان جنگ کی طرف چلے مگر صرف کرتا پہنے ہوئے۔ چلتے وقت حسین بڑھے قاسم کا گریبان چاک کر دیا دل چاہتا ہے پوچھوں مولا یہ کیا تو شاید امام جواب دیں۔ ارے قاسم یتیم ہے وہ یتیمی کی شان کے ساتھ جائے گا تاکہ شاید ظالم انکو یتیم سمجھ کر رحم کریں اچھا

میدان میں آکر حیدری شان سے پکارا۔ میں ہوں حسن کا فرزند دشمن کا لشکر بھی کہنے لگا میدان میں قاسم آئے یا حسین میں علی آئے۔ دیر تک جنگ ہوتی رہی قاسم جوانوں کے پہلوانوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے رہے جب یزید کی فوج تھک گئی تو چاروں طرف سے حسن کے لال پر حملے کئے بزدلوں نے قاسم کو گھیر لیا ایک طرف سے تلوار کا وار تھا دوسری طرف سے ... لگے ایک شقی نے سر پر ایسا وار کیا کہ قاسم سے گھوڑے پر سنبھلا نہ گیا آپ زمین پر تشریف لائے قاسم نے آواز دی چچا مدد کو آئیے۔ حسین فوج

کی طرف جھپٹے حسین کو آتا دیکھ کر فوج والے بھاگے اسی بھاگ دوڑ میں قاسم گھوڑوں سے پامال ہوگئے جب ان کے جسم پر گھوڑے کی ٹاپ پڑتی تھی تو وہ آواز دیتے تھے کہ یا عماہ۔ حسین جب پہونچے تو قاسم دم توڑ چکے تھے حسین نے ایک نعرہ مارا اور قاسم کو سینے سے لگا لیا کہا چچا شرمندہ ہے تیری مدد نہ کر سکا میرے بھائی کی نشانی قاسم میرے لال قاسم جزاء کم ہوگا یہ غم۔

حسین قاسم کی لاش لیکر چلے عالم یہ تھا کہ قاسم کا سینہ حسین کے سینے سے لگا ہوا تھا اور پیر زمین پر خط دیتے جاتے تھے۔ آپنے غور کیا یہ وہی بچہ تو ہے جسے عباس نے گود میں لیکر گھوڑے پر سوار کیا تھا اسکا قد اتنا لمبا کیسے ہو گیا میں بتاؤں پامالی نے قاسم کی لاش کا قد بڑھا دیا۔

جزاءکم۔

حسین قاسم کی لاش کو گنج شہیداں میں لائے۔ اور علی اکبر کے پہلو میں لٹا دیا دونوں لاشوں کے سرہانے بیٹھ گئے حسین کبھی علی اکبر کو پیار کیا کبھی قاسم کو اتنا روئے کہ غش آگیا۔ ادھر بی بیاں نکل آئیں واقاسماہ علیاہ ومحمداہ کا ماتم کیا پیچھے پیچھے روتی ہوئی ماں نکلی بیٹا تم نے مجھے سرخرو کر دیا۔ لال ماں تجھ پر نثار اب تک۔ تم کمائی تھے آج تمہاری میت میرا سرمایہ ہے۔ قاسم آہ قاسم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹی مجلس

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ

مشہور حدیث رسول ہے ارشاد ہو رہا ہے کہ علی کا ذکر عبادت ہے کیا کہنا ذکر علی کی بلندی کا کہ جس کو صاحب معراج عبادت کہہ رہے ہیں۔ وہ صاحب معراج جو دشمنوں کی نظر میں بھی صادق اور آمین۔ جس کے قول کی صداقت کی قرآن بھی گواہی دے رہا ہے یہ اسکا قول ہے جو سوائے وحی الہیٰ کے کوئی کلام ہی نہیں کرتا۔ صلواۃ۔

اب ذرا لفظ عبادت کی بھی صراحت کرتی چلوں عبادت کے معنی صرف نماز روزہ ہی نہیں بلکہ ہر وہ عمل جو خوشنودیٔ خدا کے لئے کیا جائے وہ عبادت کا درجہ رکھتا ہے مثلاً کوئی شخص اپنی روزی کی تلاش میں جاتا ہے یہ بھی عبادت ہے کوئی عورت گھر کی چار دیواری میں رہکر اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے یہ بھی عبادت ہے۔ اگر کوئی اپنے والدین کی اطاعت کرتا ہے یہ بھی عبادت ہے۔

کوئی کھانے پینے کی چیزوں میں حلال و حرام کا فرق کرتا ہے یہ بھی ہے۔ ہر وہ عمل جو مرضیٔ الہیٰ کے مطابق کیا جائے وہ عبادت کا درجہ رکھتا ہے بلکہ عبادت معنی ہی ہیں اپنی عبدیت کا اظہار اور فرمان الہیٰ کا بجا لانا۔ ہمارا تو مقصد خلقت ہی عبادت ہے جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۔ یعنی ہم نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ عبادت کے معنی بہت وسیع ہیں پھر علی کے ذکر کو عبادت کیوں کہا جا رہا ہے آیئے اس کو ذرا ارشاد رب العزت اور دوسری احادیث رسول کی روشنی میں دیکھ لیں۔

رسول فرما رہے ہیں اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ ۔ یعنی میں اور علی ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔

دوسری طرف خدا فرما رہا ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ میرے حبیب اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ تخلیق کائنات پر بھی علی ہی کا احسان ہے۔ اور یہی وہ ذات ہے جو ابتدائے آفرینش سے رسول کے دوش بہ دوش نظر آتی ہے اور یہی وہ والا صفات ہے جس کے ذکر سے رسول کا ذکر نکلتا ہے اور رسول کے ذکر سے اس پیدا کرنے والے کا ذکر نکلتا ہے جس نے ان کی محبت میں زمین و آسمان بنائے اور ذکر خدا عبادت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ذکر علی بھی عبادت ہے صلوٰۃ۔

تاریخ اسلام میں وہ کون سا موقع ایسا آیا جہاں پر علی نے رسول کا ساتھ نہ دیا ہو۔ کیا آپ کے سامنے دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ پیش کروں جو وقت رسول نے لوگوں کو جمع کرکے دعوت اسلام دی ہے۔

کیا وہ علی کے علاوہ کوئی دوسرا تھا جس نے ان کی آواز پر لبیک کہی ہو تبلیغ اسلام میں رسول کے ساتھ قدم بہ قدم زحمتوں کا اٹھانے والا کون تھا خانہ کعبہ سے بتوں کا صاف کرنے والا کون تھا۔ جبتک کعبے کا طواف ہوتا رہے گا

جب تک کعبے کی طرف سجدے ہوتے رہیں گے۔

اس وقت تک اس بت شکن کا ذکر بھی عبادت بنی رہے گا جس نے کعبہ کو کعبہ بنا دیا صلوٰۃ

وہ علی ہی تو تھے جنھوں نے شب ہجرت بستر رسول پر سو کر مرضیٔ خدا کے لیے اپنے نفس کا سودا کیا۔ وہ کون سا معرکہ تھا جو بغیر علی کے سر ہوا ہو۔ جنگ احد میں جب شہادت رسول کی خبر اڑ گئی تھی اور لشکر اسلام تتر بتر ہو گیا تھا تو وہ علی تو تھے جن کی تلوار کی چمک دیکھ کر ملک بھی پکار اٹھے تھے لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار صلوٰۃ۔ اور وہ علی ہی تو تھے جنھوں نے رسول کی جان بچائی تھی۔

جنگ خندق میں عمر بار بار آواز دے رہا ہے اے مسلمانوں لشکر اسلام میں کون ہے ایسا جو میرے مقابل آئے اگر خود شہید ہو تو سیدھا جنت کو جائے اگر مجھے قتل کرے تو غازی کہلائے" ادھر رسول بار بار کہہ رہے تھے کہ آج جو میری مدد کرے گا اس سے میں جنت کا وعدہ کرتا ہوں مگر مجمع کا وہ عالم تھا کہ جیسے سروں پر طائر بیٹھے ہوں کوئی اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کر رہا تھا۔ صرف علی ہی تھے جو بار بار اٹھتے تھے مگر ہر بار رسول انھیں بٹھا دیتے تھے اور وہی سوال پھر دہراتے تھے۔ آخر علی ہی عمر کے مقابلے پر تشریف لے گئے اور اس طرح گئے کر جاتے وقت رسول نے فرمایا کہ آج کل ایمان کل کفر کے مقابلے میں جا رہا ہے۔ صلوٰۃ۔

ادھر علی عمر کے مقابلے پر گئے، ادھر رسول نے فرمایا کہ جو سب سے پہلے علی کی فتحیابی کی خبر مجھ تک پہونچائے گا اس کے لیے میں جنت کا وعدہ کرتا ہوں اشتیاق جنت میں لوگ علی کے پیچھے ہو لیے۔ مگر سلمان فارسی رسول کے پاس ہی رہے۔ ادھر علی کی جنگ بھی قابل دید تھی لوگوں نے دیکھا کہ علی ایک ہزار بہادروں سے تنہا لڑنے والے عمر کے سینے پر سوار

ہیں لیکن ایک بار آپ اسے قتل کیے بغیر ہی ان کے سینے سے اتر آئے لوگوں نے رسول سے کہا کہ علی کو دیکھیے کہ عمر پر قابو پانے کے بعد اسے زندہ چھوڑ دیا۔ رسول نے کہا اس کا سبب علی ہی سے پوچھو جب علی سے لوگوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب میں عمر کے سینے پر سوار تھا تو اس نے میرے منھ پر اپنا لعاب دہن پھینک دیا تھا جس سے مجھے غصہ آگیا تھا۔ تو میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ عمر کے قتل میں میرے نفس کی بھی شرکت ہو گیا کہنا علی کا جن کا ہر قدم خدا کے لیے تھا۔ اگر ان کا ذکر عبادت بنجائے تو اس میں کیا شک۔ ایک بار علی نے پھر عمر کو زیر کیا اور اس کا سر قلم کیا یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑے کہ رسول کو علی کی فتحیابی کی خبر سنا کر جنت کے حقدار بن جائیں۔ ادھر جناب سلمان نے جب یہ عالم دیکھا تو خیمہ میں پہونچکر کہا کہ یا رسول اللہ علی کی فتح مبارک ہو۔ رسول نے بھی مسکرا کر جواب دیا کہ سلمان تمھیں جنت مبارک ہو۔ پیچھے جنت تو بٹ چکی تھی آنے والا اپنا سا منھ لے کر رہ گیا۔ صلواۃ۔

جب رسول اللہ نے سلمان سے پوچھا کہ تم کیوں نہیں ان لوگوں کے ساتھ علی کے پاس گئے تھے تو سلمان نے فرمایا تھا کہ صاحب جنت کو چھوڑ کر جنت لے کر کیا کروں گا۔ صلواۃ۔

ادھر علی آئے اور رسول کے قدموں پر عمر کا سر ڈال دیا۔ رسول نے کہا یوم خندق علی کی ایک ضربت عبادت ثقلین سے زیادہ افضل ہے ہے۔ صلواۃ

غرضکہ وہ کون سی ایسی منزل ہے جہاں رسول ہوں اور علی نہ ہوں اور

جہاں علی کے ذکر سے رسول کے ذکر تک بات نہ پہونچتی ہو۔ جنگ خیبر کیا ہے لیکن
علی آشوب چشم کے سبب مدنیے میں ہیں خیبری طعنہ زنی کر رہے ہیں لیکن جنگ
فتح ہی نہیں ہو رہی ہے۔ روز لشکر جاتا ہے روز علم جاتا ہے روز
علمدار بدلتا ہے مگر ناکام واپس آتا ہے علمدار کہتا ہے کہ لشکر کمزور
ہے لشکر کہتا ہے کہ سالار کمزور ہے خیبر فتح ہو تو کیسے جب ۱۲ دن
کی متواتر جنگ کے بعد بھی خیبر فتح نہ ہو سکا تو رات کو رسول نے فرمایا
کہ کل میں ایسے کو علم دونگا جو مرد ہوگا کرار ہوگا اور غیر فرار ہوگا وہ
اللہ کو دوست رکھتا ہوگا اللہ اس کو دوست رکھتا ہوگا اور وہ دونوں
ہاتھوں پر فتح لیکر آئے گا معلوم نہیں لوگوں نے رات کیسی بے چینی سے
گزاری ہوگی ہر ایک کو اشتیاق علم رہا ہوگا۔ یہ جنگ خندق تھوڑی تھی
جہاں رسول کہہ رہے تھے کہ میں جانے والے کے لئے جنت کی ضمانت کرتا
ہوں یہاں تو رسول کہہ رہے تھے کہ آج کا جانے والا فاتح ہوگا اس لیے
آج تو لوگوں کو جان کا خوف بھی نہیں رہا ہوگا۔

یہ رات لوگوں نے اس طرح گزاری جس طرح ہم لوگ شب قدر کی
راتیں گذارتے ہیں۔ مگر میں کہوں گی کہ جو جاگ رہا تھا اس کا مقدر سو
رہا تھا اور جو سو رہا تھا اس کا مقدر جاگ رہا تھا۔

صبح ہوئی رسول تشریف لائے مجمع پر ایک نگاہ ڈالی فرمایا علی کہاں
ہیں لوگوں نے بتایا وہ تو مدنیے میں ہیں مطلب یہ ہے کہ آج کا علم ہم کو دے
دو۔ ادھر رسول نے ناد علی پڑھی ادھر حضرت علی باعجاز تشریف لائے
رسول نے علم دیا علی روانہ ہوئے۔ مقابلے پر مرحب آتا ہے اپنے رجز
پڑھا کہ میں وہ ہوں جس کا نام اس کی ماں نے مرحب رکھا ہے۔ حضرت

علی نے جواب دیا میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے
یہ سن کر مرحب تھرانے لگا اور واپس جانے لگا۔ کیونکہ دایہ اس کی کاہنہ
(جادوگرنی) تھی اسنے بتایا تھا کہ حیدر نام کے آدمی سے کبھی نہ
لڑنا کیوں کہ تمھارے قاتل کا نام حیدر ہے۔ راستے میں شیطان ملا
اس نے بہکایا کہ کیا حیدر نام کا ایک ہی آدمی ہے اور پھر تو واپس جائے
گا تو عورتیں تیرا مضحکہ اڑائیں گی مجھے کیا نہیں کی۔ مرحب واپس آیا اور
لڑائی پر آمادہ ہوا۔ ... ردوبدل ہوئی حضرت علی نے ایک وار
ایسا کیا کہ جس کے سبب خود کٹا "سر کٹا" زرہ کٹی جسم کے دو ٹکڑے ہوئے
تلوار نے مرحب کا کام تمام کیا گھوڑے کے دو ٹکڑے ہوئے اور زمین
میں در آئی خدا جانے کیا ہوتا مگر جبرئیل نے اپنے پر بچھا کر تلوار کو آگے
جانے سے روک لیا۔ صلوٰۃ
علی نے مرحب کو قتل کرنے کے بعد قلعہ خیبر پر حملہ کیا اور فتح کر کے چھوڑا
صلواۃ۔ بہر حال کوئی منزل ایسی نہیں جو بغیر علی کے سر ہو گئی ہو کوئی جنگ
ایسی نہیں جہاں علی نے علمداری نہ کی ہو اور جاں نثاری کا ثبوت نہ دیا ہو۔ لیکن
اس وقت مجھے ایک اور علمدار یاد آ گیا جس کا لقب علمدار حسین ہے۔
بے شک حضرت علی نے اگر علم لیا تو علمداری کا حق بھی ادا کیا مگر وہ کسی
جنگ میں بھوکے پیاسے نہیں تھے۔ لیکن ہائے علمدار حسین میدان کربلا
میں تین دن کا بھوکا تھا اور پیاسا بھی۔ یہی وجہ تھی کہ علی کو علمداری
کا خطاب نہیں ملا یہ خطاب تو ان کے فرزند عباس ابن علی کے لیے
مخصوص ہو کر رہ گیا۔ عباس کربلا کے وہ مظلوم تھے جن کے جذبۂ
نصرت انکے سینے میں دفن ہو کر رہ گیا تھا۔ ان کو علمداری کا موقع

ہی نہ مل سکا وہ لشکر ہی کہاں رہا جس کے وہ علمدار تھے حسین نے ان کی شجاعت کو دباکر رکھا۔ حسین کے پاس دو طاقتیں ایسی تھیں کہ اگر انکا استعمال کرتے تو ظاہری فتح بھی یقینی تھی ایک مسلم ابن عقیل دوسرے ابوالفضل العباس مگر حسین کو ظاہری فتح مقصود ہی نہیں تھی۔ اس لیے مسلم کو پہلے ہی کوفے بھیج دیا اور عباس کو اجازت جنگ نہ دی۔ کہاں کہاں پر عباس نے اپنے ولولوں کو دبایا ہے کیا وہ واقعہ یاد دلاؤں جب حسین کے خیمے دریا کے کنارے نصب ہو گئے تھے اور لشکر پسر سعد انکو ہٹانے کے لیے آمادہ جنگ ہو گیا تھا اسوقت عباس کو بھی غیظ آگیا تھا مگر زینب نے اپنے حق کی قسم دیکر جنگ سے باز رکھا تھا۔ عباس کا شوق نصرت حسین کیسے بیان کیا جائے شب عاشور کا واقعہ آپنے بارہا سنا ہے زہیر نے جب عباس کو یاد دلایا تھا کہ آپ کو حضرت علی نے کل ہی کے لیے ذخیرہ کیا ہے تو حضرت عباس نے کہا تھا کہ زہیر مجھ کو جوش دلاتے ہو کل ایسی جنگ کرونگا کہ یادگار رہے گی اور ایسی انگڑائی لی تھی کہ زرہ کی کڑیاں ٹوٹ گئیں تھیں۔

مگر ہائے عباس کو اجازت جنگ نہ مل سکی۔ جب قاسم بھی شہید ہو گئے تو آپ امام کے پاس آئے اور فرمایا آقا دمبتو سانس سینے میں تنگی کر رہی ہے مجھے جنگ کی اجازت دیں۔

مگر حسین نے کہا عباس تم کو کیسے رخصت کروں تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو۔ عباس نے کہا کہ اب وہ لشکر کہاں رہ گیا جس کا میں علمدار تھا امام نے سر جھکا یا ایک بار خیمے سے بچوں کی صدائے العطش سنائی دی امام نے فرمایا "بھیا بچوں کے لیے پانی کی تسبیل کرو" حسین نے لفظ سبیل

کچھ اس طرح استعمال کیا تھا کہ آج یہ لفظ پانی کے تصور کے ساتھ گویا متصل ہوگیا۔ آج جس جگہ پانی رکھا ہوتا ہے اس کو سبیل کہتے ہیں یا عباس نے ایک سوکھی ہوئی مشک لی علم لیا اور ایک نیزہ لیکر چلے حسین نے روکا کہا عباس قریب آؤ عباس آئے اب حسین نے کیا کیا علم کے پھریرے پر کچھ لکھ دیا دل چاہتا ہے پوچھوں مولا کیا تحریر کیا تو لا مولا شاید جواب دیں کہ میں نے لکھ دیا ہے اناللہ وانا الیہ راجعون اب عباس پلٹ کر نہ آئیں گے۔ غرض دریا کی طرف روانہ ہوئے ہزاروں کی فوج نے مقابلہ کیا مگر آپ کے حملوں کی تاب نہ لاکر فوجیں بھاگیں عباس نے دریا پر قبضہ کر لیا۔ فرات میں گھوڑا ڈالا مشک کو تر کیا پانی کی طرف حقارت سے نظر ڈالی مطلب یہ تھا کہ ہائے وہ پانی ہے جو خیمہ شاہ سے دور ہے مشک میں پانی بھرا روانہ ہوئے اس عرصہ میں بھاگی ہوئی فوجیں واپس آگئیں اور چاروں طرف سے حملے ہونے لگے مگر عباس بڑھتے رہے ایک جگہ پہونچے درخت کی آڑ سے کسی شقی نے حملہ کیا اور آپکا داہنا ہاتھ کٹ گیا۔ آپنے علم بائیں ہاتھ میں لیا مشک کو سنبھالا آگے بڑھے تو بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ آپنے مشک کا تسمہ دانتوں میں دبا لیا اور بڑھتے رہے کوشش یہ تھی کہ کسی طرح مشک خیمہ حسین تک پہونچا دیں ناگاہ ایک تیر مشک پر لگا اور پانی بہنے لگا۔ پانی نہیں بہنے لگا بلکہ عباس کے دل کا خون بہنے لگا ان کی امید ٹوٹ گئی۔ اور آپنے پھر دریا کا رخ کیا۔ ایک بار کسی نے سر پہ گرز مارا آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے زمین پہ تشریف لائے آواز دی آقا آقا مدد کیجیے حسین نے آواز سنی دوڑے ہوئے آئے اور نوحہ پڑھا۔ بھیا

تمھارے مرنے سے میری کمر ٹوٹ گئی اور راہ چارہ تدبیر مسدود ہو گئی۔ (جزکم اللہ)۔

ایک ذاکر کا یہ معمول تھا کہ وہ جناب عباس کے مصائب بیان کئے بغیر مجلس ختم کر دیتے تھے ایکدن اسنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ تو میری مصیبت نہیں بیان کرتا۔

ذاکر نے کہا میں بیان تو کرتا ہوں اس پر جناب عباس نے فرمایا کہ تو میری ایک مصیبت نہیں پڑھتا وہ یہ کہ جب دوسرے شہید گھوڑے سے گرے تو ان کے ہاتھ سلامت تھے انھوں نے اپنے ہاتھوں پر خود کو سنبھال لیا ہوگا لیکن میں جب گھوڑے سے گرا تو میرے دونوں ہاتھ قطع ہو چکے تھے تو میرے گرنے میں میرے جسم کا کیا عالم ہوا ہوگا میں منہ کے بل گر گیا۔

(آہ عباس۔ آہ علمدار)

شاعر کہتا ہے۔

ہمارا چاہتے ہیں روز عاشورہ کے ٹھکانے
علم عباس کا گھر سے اٹھائے جسکا جی چاہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساتویں مجلس

قال اللہ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۔

جس آیت کریمہ کو میں نے اپنا سرنامہ کلام بنایا ہے۔ وہ ایک معروف و مشہور سورہ کی آیت ہے جس کی ہم سب تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ وہ سورہ جسے قلب قرآن کہا جاتا ہے اور جس کی تلاوت کے بڑے فضائل ہیں یعنی سورہ یاسین۔ ...

خداوند عالم ارشاد فرمارہا ہے کہ ہم نے ہر چیز کو امام مبین میں جمع کرلیا ہے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ امام مبین سے مراد توریت ہے فرمایا نہیں۔ پھر عرض کی انجیل و زبور ہے فرمایا نہیں پھر پوچھا کیا اس سے قرآن مراد ہے آپ نے فرمایا نہیں اتنے میں جناب امیرالمومنین تشریف لائے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دیکھو یہ امام مبین ہے جس میں خدائے تعالیٰ نے ہر چیز کے علم کا احصا فرمایا ہے (صلوٰۃ)

مشہور حدیث رسولؐ ہے کہ آپ نے فرمایا اے گروہ انسان کوئی ایسا علم نہیں ہے جو خدا نے مجھے تعلیم نہ فرمایا ہو اور وہ میں نے علی کو نہ سکھایا ہو۔ اور جو علم میرے پروردگار نے مجھے سکھایا اس کو اس نے مجھ میں محفوظ کردیا۔ اور میں نے امام مبین میں اس کو محفوظ کردیا۔ (صلوٰۃ)

اسی لئے تو آپ فرماتے تھے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں جسے علم حاصل کرنا ہو وہ علیؑ کے ذریعہ حاصل کرے۔ (صلوٰۃ)

خود امیر المومنینؑ فرماتے تھے کہ امام مبین سے مراد میں ہی ہوں اور میں ہی وہ ہوں جس نے حق کو باطل سے الگ کر کے دنیا پر واضح کر دیا یہ ذات علیؑ ہی تو تھی کہ جس کا دعویٰ تھا کہ جو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ میں تم سے جدا ہو جاؤں۔ ایک بار آپ سورہ محمدؐ کی تفسیر بیان کرنے لگے تو تمام رات گذر گئی مگر تفسیر مکمل نہ ہو سکی۔

آپ نے فرمایا۔ اے ابن عباس بس یہ سمجھ لو جو قرآن میں ہے وہ سورہ حمد میں ہے اور جو سورہ حمد میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس نقطہ میں ہے۔ جو ب کے نیچے دیا جاتا ہے اور انا نقطۃ تحت الباء۔ اور میں وہ نقطہ ہوں جو ب کے نیچے دیا جاتا ہے۔ (صلوٰۃ)

گویا کائنات کے علم سمٹ کر ذات علیؑ میں جمع ہو گئے تھے یہی تو وجہ تھی کہ جب آپ بعد ولادت آغوش رسولؐ میں تشریف لائے تو انجیل و توریت و زبور کی تلاوت فرمائی گویا کہ آپ نے بتا دیا کہ ہم کو تو بچپن ہی سے لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے رہے۔ یہاں پر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ تو علیؑ کو رسولؐ سے بڑھا دیتے ہیں۔

نبیؐ نے تو قبل رسالت کبھی قرآن کی تلاوت نہیں کی اور علیؑ کے لئے یہ کہہ رہا کہ انھوں نے پیدا ہوتے ہی قرآن کی تلاوت کی۔

تو میں یہ کہوں گی کہ علیؑ نے کس کے سامنے قرآن کی تلاوت کی اسی کے سامنے تو کی جو قرآن کا سمجھنے والا تھا۔

نبی کے سامنے کون تھا جو آپ تلاوت فرماتے اور وہ کیا اسے سمجھتا اور اس کی کتاب خدا ہونے کی گواہی دیتا یہ علی کا ہی تو علم تھا جس نے نہج البلاغہ میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دئے۔ بعد نبی کریم جب بھی کوئی علمی مسئلہ درپیش ہوا تو لوگوں کو علی کی ہی چوکھٹ پر جبیں سائی کرنے آنا پڑا اور کوئی عقدہ بغیر آپ کی مدد کے کھل نہ سکا کسی نے سوال کیا کہ مولا آپ اتنے مشکل مسائل اتنی آسانی سے کیسے حل کر لیتے ہیں آپ نے پوچھا میرے ہاتھ میں کتنی انگلیاں ہیں بولا پانچ۔ آپ نے پوچھا تو نے اس کا جواب دینے میں غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی بولا یہ تو سامنے کی چیز ہے اس میں غور کرنے کی کیا ضرورت۔ آپ نے فرمایا کہ جیسے تیرے لئے ہاتھ کی پانچ انگلیاں بتانا بالکل سامنے کی چیز ہے اسی طرح میرے لئے یہ مشکل مسائل بالکل سامنے کی چیز ہیں۔ اس میں غور کرنے کی کیا ضرورت۔ ہاں کیوں نہ ہوتا جس کے لئے کائنات خلق کی گئی ہو اس کے سامنے کائنات کی گتھیوں کو سلجھانا کون سا بڑا کام تھا۔ (صلوٰۃ)

یہ علم کی شان تھی اور فضل کی شان یہ تھی کہ سائل کو اسکی طلب سے بہت زیادہ عطا کیا۔ ایک بار کسی نے آپ کے سامنے حاتم کی سخاوت کی تعریف کی اور کہا کہ حاتم کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ وہ چالیس دروازوں سے دیتا تھا۔ سائل جتنے دروازوں پر طلب کرتا تھا خالی نہیں پلٹتا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ پھر ایک ہی دروازے سے اتنا کیوں نہیں دے دیتا تھا کہ سائل کو دوسرے دروازے پر جانے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ (صلوٰۃ)

اسی لئے ایک طرف علی نفس رسول کہلائے تو دوسری طرف وصی قرار پائے یعنی انھیں دیکھا اور سمجھا تو رسول کو سمجھا اور جس نے رسول کو دیکھا و سمجھا تو خدا کو پہچان لیا۔ (صلوٰۃ)

جب ہی رسول فرماتے تھے۔ اقضاکم علی ابن ابی طالب یعنی علی سے بہتر فیصلہ کرنے والا دنیا میں کوئی نہیں۔

اور حقیقت ہے کہ جب دنیا والے کسی بات کے سلسلے میں فیصلہ کرتے ہیں تو اس میں سب سے پہلے اپنے فائدے کو مدنظر رکھتے ہیں یا اپنی خواہشات کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں لیکن مولائے کائنات کی ذات اس معاملے میں بھی اپنی شخصیت منفرد نظر آتی ہے آپ نے جو فیصلہ کیا اس میں نہ کبھی اپنی خواہش کو مدنظر رکھا اور نہ فائدے کو فیصلہ کرتے وقت اگر کوئی چیز نظر آتی ہے تو صرف اللہ کی ذات یا اسلام کا فائدہ پیش نظر ہوتا تھا (صلوٰۃ)

میں تو کہوں گی کہ اگر علی نے تمام عمر اسلام کے لئے قربانیاں نہ دی ہوتیں تو آج صحیح خدوخال میں اسلام باقی نہ رہتا۔

علی کے بعد اولاد علی نے اسلام کی خاطر قربانیاں دیں اور اسلام ہم تک پہونچایا۔

مجھے علی اکبر کا ذکر نہیں کرنا ہے اس وقت تو مجھے علی ابن الحسین کا ذکر کرنا ہے۔ جس نے کربلا کے میدان میں عظیم قربانی پیش کی۔

روایات بتاتی ہیں کہ روز عاشورہ کربلا کے میدان میں قربانیاں شروع ہوئیں پہلے اصحاب باوفا شہید ہوئے پھر بنی ہاشم کی باری آئی۔ زینب کے لعل شہید ہوئے

قاسم کا لاشہ پامال ہوا۔ عباس کے

شانے جدا ہوئے۔
اب حسین کا یہ فرزند آگے بڑھتا ہے اے بابا مجھے اِذن جہاد عطا فرمائیے۔

امام نے ایک درد بھری نگاہ اپنے جوان فرزند پر ڈالی۔ کہا۔ تمہیں کیسے مرنے کی اجازت دوں تم تو میرے نانا کی شبیہ ہو۔ جب میں اپنے نانا کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو تمہیں دیکھ لیتا تھا۔ شہزادے سے فرمایا جاؤ ماں اور پھوپھی سے اجازت لے لو۔ اٹھارہ سال کا جوان ماں کے پاس پہونچا دنیا کی کسی ماں نے اپنے بیٹے سے کہاں ایسے کلمات سنے ہوں گے جو آج لیلیٰ نے علی اکبر سے سنے۔ ماں کا دل تڑپ اٹھا۔ ماں نے بیٹے کو کلیجے سے لگا لیا۔

اب شہزادہ علی اکبر جناب زینب کی خدمت میں آئے۔ زینب ثانی زہرا جو صبح سے مصائب پر مصائب جھیل رہی ہیں ان کے جگر کے ٹکڑے عون و محمد حسین پر قربان ہو چکے۔ علی کی نشانی قاسم کا لاشہ پامال ہو چکا۔ عباس کے شانے قلم ہو چکے اب علی اکبر رخصت ہو رہے تھے۔

تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ زینب و علی اکبر میں کیا باتیں ہوئیں پھوپھی نے کس طرح رخصت کیا البتہ تاریخ کے یہ فقرے کہ جب علی اکبر رخصت ہو رہے تھے تو کبھی خیمہ کا پردہ اٹھتا تھا اور کبھی گرتا تھا۔ میرا دل کہتا ہے کبھی جانے والی بہن لپٹ جاتی ہوگی بھیا ہم کو کس پر چھوڑا علی اکبر جانا چاہتے ہوں گے تو ماں کلیجے سے لگا لیتی ہوگی کبھی دکھیا پھوپھی کلیجے سے لگا لیتی ہوں گی۔

سینے پر وار کیا آواز دی بابا میرا آخری سلام باپ کے کان میں بیٹے کی آواز پہونچی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ فرمایا بیٹا تمہارے بعد دنیا پر خاک ہے مقتل کی طرف چلے علی علی کہتے جاتے ہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ دل چاہتا ہے کہ پوچھوں یا حسین علی اکبر کو پکار رہے ہیں یا علی علی کہہ کر مولا مشکل کشا کو یاد کر رہے ہیں کہ اے بابا آئیے۔ اب حسین علی اکبر کے پاس پہونچے۔ ارے میں کس زبان سے کہوں۔ میری بہنوں آپ سے سنا نہ جائے گا۔ بوڑھے باپ نے کیا کیا منظر دیکھے وہ زمین دیکھی جہاں نوجوان نے ایڑیاں رگڑی تھیں۔ نظر آگے بڑھی سینہ دیکھا سینے میں زخم اور نیزہ کا پھل دیکھا۔ دیکھا تو بوڑھا باپ زمین کربلا پر بیٹھ گیا کہا بیٹا کیا حال ہے۔ کہا بابا سینے میں نیزہ بہت تکلیف دے رہا ہے دنیا کا عظیم ترین انسان کربلا کے میدان میں سب سے بڑا [illegible] دینے کے لئے بیٹھا۔ ارے جنت خالی ہو گئی سارے انبیا کا مجمع کربلا کے میدان میں سمٹ گیا۔ روضہ چھوڑ کر رسول آئے مسجد سے نکل کر ماں آئیں۔ نجف سے علی آئے بقیع سے حسن آئے۔ ملائکہ کا مجمع۔ عالم میں سناٹا زمین کربلا کانپ گئی ہے اور اللہ کا بندہ حسین ایک بڑا عظیم امتحان دینے بیٹھا ہے میں کس زبان سے آگے بیان کروں میری طاقت جواب دے رہی ہے میرا دل کہتا ہے چاروں طرف ملائکہ بیچ میں انبیا حسین کے پاس رسول علی و فاطمہ و حسن اور اکبر کے سینے کے پاس حسین۔ ماں نے کہا بیٹا دل سنبھال لے میرے دودھ کی تاثیر دکھا دے حسن نے کہا بھائی گھبراتا نہیں بس ایک مرتبہ حسین نے آستین الٹی یا علی کہہ کر سینہ اکبر سے نیزہ نکال لیا نیزہ کا پھل باہر نکلا تو کلیجہ نکل پڑا۔ خون ابلنے لگا۔ حسین اکبر سے لپٹ گئے

علی اکبر کہہ رہے تھے بابا خدا حافظ۔ دادا جام کوثر لے کر آ گئے۔

غم ہم شکلِ پیغمبر کوئی شبیر سے پوچھے
کبھی دل تھام لیتے ہیں کبھی آنسو بہاتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

آٹھویں مجلس

قال رسول اللہ

حسین منی وانا من الحسین

رسول کی بہت مشہور و معروف حدیث ہے۔ جس میں اپنے نواسول سے انتہائی محبت کا اظہار ہوتا ہے یہ ناممکن ہے کہ محض جذبۂ محبت میں خدا کے رسول نے یہ کلام کہے ہوں۔ یہ وہ ہے جو بغیر وحی کے کوئی کلام نہیں کرتا۔

رسول فرما رہے ہیں کہ حسین میرا مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ پہلا فقرہ صاف ہے ظاہر ہے ہر نواسہ نانا سے ہوا کرتا ہے مگر نانا نواسے سے نہیں ہوتا پھر رسول یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ میں حسین سے ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے حسین ضرور دنیا میں ایسا کام کر کے جائیں گے۔ جس سے ان کے نانا کا نام روشن ہوگا۔ تو آیئے دیکھیں کہ حضرت امام حسین ہیں

کون سی ایسی چیز ہے جس کی طرف رسول اشارہ کر رہے ہیں سب سے پہلے جو چیز ہمارے سامنے آتی ہے وہ ہے امام حسین کی ولادت. آپ جب اس دنیا میں تشریف لائے تاریخوں میں ملتا ہے کہ ملائکہ گروہ کے گروہ مبارکباد دینے کے لئے آئے اور ملائکہ کے آنے کی کچھ اتنی شدت تھی فطرس میں ملک جو ایک غیر آباد جزیرے میں اپنی خطاؤں کی بنا پر تنہائی کی زندگی بسر کر رہا تھا جس کے بال و پر جل چکے تھے اس نے بھی ملائکہ کی آمد و رفت کو محسوس کیا اور جبرئیل سے پوچھا کہ کیا قیامت آگئی ہے جو آج ملائکہ جوق در جوق نازل ہو رہے ہیں جبرئیل کہتے ہیں کہ نہیں قیامت تو ابھی نہیں آئی البتہ پیغمبر آخری نبی رحمت محمد مصطفےٰ کے گھر مبارکباد دینے جا رہے ہیں ان کے یہاں نواسے کی پیدائش ہوئی ہے۔ فطرس ملک تھا سمجھ گیا کہ کوئی غیر معمولی شخصیت آج دنیا میں آئی ہے جس کی بنا پر ملائکہ انھیں مبارکباد دینے آ رہے ہیں ورنہ آج تک تو یہ دستور کبھی نہ تھا اسی بنا پر اس نے جبرئیل سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو شاید اس نومولود کے طفیل میں میری خطا معاف ہو جائے۔ میں کہوں گی وہ حسین جو پوری امت کا نجات دہندہ ہے بھلا ایک فرشتے کو کیوں نہ نجات دلاتے جبرئیل فطرس کو لے کر آتے ہیں اور پیغمبر اسلام کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں۔ آپ نے پوری تفصیل سننے کے بعد کہا اس کو لے جاؤ اور حسین کے گہوارے سے مس کر دو فطرس کو گہوارے سے مس کیا گیا اور ایک دفعہ فطرس کے [illegible] بال و پر نکل آئے۔ (صلوٰۃ)

فطرس گہوارۂ حسین کا طواف کرتا ہے اور پھر باہر آکر رسول اکرم کی خدمت میں سلام کے بعد نواسے کی پیدائش کی مبارکباد پیش کرتے

ہونے رخصت چاہتا ہے پھر فلک کی بلندیوں پر اڑتا پھرتا ہے اور فخر سے کہتا ہے۔

من مثلی کون ہے جیسا ہے میں تو حسین کا آزاد کردہ غلام ہوں۔ یہ ہے حسین کی ابتدا ابھی آپ گہوارہ ہی میں ہیں کہ محسوس کیا جا سکتا ہے گہوارہ خود بخود جنبش کر سکتا ہے اور پھر پتہ چلتا ہے کہ خود جبرئیل آسمان سے آکر حسین کا گہوارہ جھلا کرتے ہیں۔ (صلوٰۃ)

کچھ زمانہ گذرا آپ پیروں چلنے لگے۔ روایات بتاتی ہیں کہ رسول مسجد نبوی میں ممبر پر تشریف فرما ہیں اصحاب کا مجمع ہے۔ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ شاہزادہ مسجد میں داخل ہوتا ہے عبا کے دامن میں پیر الجھتا ہے قریب ہے کہ حسین گر پڑیں نبی اپنا خطبہ چھوڑ کر منبر سے نیچے تشریف لاتے ہیں اور شہزادے کو گود میں لیکر ممبر پر واپس ہو جاتے ہیں۔ پیغمبر اگر چاہتے تو کسی بھی صحابی سے کہتے وہ... حسین کو اٹھا لیتا لیکن رسول اسلام حسین کی معرفت کو بتانا چاہتے ہیں کہ دیکھو یہ حسین ہے۔ اس سے میں ہوں اور یہ مجھ سے ہے

مشہور واقعہ ہے جسے آپ نے بارہا سنا ہے۔ (صلوٰۃ)

ایک مرتبہ رسول سجدے میں نماز میں مشغول ہیں حسین ٹہلتے ہوئے آئے ______ ادھر رسول سجدے میں تشریف لے گئے۔ ادھر حسین پشت مبارک پر بیٹھ جاتے ہیں بس فوراً جبرئیل آکر کہتے ہیں اے رسول سجدے کو طول دے دو کہیں میرے حسین کو ______ پشت سے نہ اتار دو۔ ایسا نہ ہو کہ حسین گر پڑیں اور انھیں چوٹ آجائے

رسول نے سجدے کو طول دیا جب حسین خود پشت سے اترے تب رسول نے سجدے کو ختم کیا۔ الصلواۃ

شب عید ہے امام حسین اپنی ماں فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا سے فرماتے ہیں کہ مادر گرامی مدینے کے تمام گھروں میں عید کے لیے نئے نئے لباس تیار ہو رہے ہیں۔ کل تمام بچے نئے کپڑے پہنیں گے۔ لیکن ہم لوگوں کے لیے آپ نے کپڑے نہیں تیار کیے۔ ہم کیا پہنیں گے۔ یہ وہ گھرانہ ہے جو کچھ ملتا ہے غریبوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے مدینے کے تمام غریبوں کے یہاں کھانا پہونچتا ہے۔ وہ بچوں کو کیا جواب دیں لیکن سیدہ جانتی ہیں کہ یہ حسین ہیں ان کا دل دکھایا نہیں جا سکتا۔ یہ نبی وقت کے لاڈلے ہیں۔ یہی نہیں خود خداوند عالم کی ان پر نظر خاص ہے۔ آپ فرماتی ہیں بچوں تمہارے کپڑے خیاط لاتا ہوگا۔ تم آرام کرو، بچے آرام کرنے گئے۔ نصف شب گذری کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ آپ نے دریافت کیا کون جواب ملا میں خیاط ہوں بچوں کے لیے لباسِ جنت لے کر آیا ہوں۔ صلواۃ

یہ ہے حسین کی منزل۔ ارے یہ تو خدا و رسول کے نزدیک حسین کی منزل ہے۔ آئیے۔ دیکھیے حسین وہ ہیں جن کی معرفت جانوروں تک کو حاصل تھی۔

مشہور ہے کہ ایک دن نبی کریم مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں ایک شخص ہرن کا ایک بچہ لے کر آتا ہے۔ خدمت رسول میں پیش کرتا ہے مسجد میں اس وقت امام حسین علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ آپ نے وہ بچہ امام حسن کو دے دیا۔

تھوڑی دیر گذری کہ امام حسین تشریف لائے تو بچہ آہو کی فرمائش کی
آپ نے فرمایا ایک ہی بچہ تھا وہ تمہارے بھائی حسن لے گئے ہیں اس
سے دونوں کھیلو ـــــ مگر حسین کی یہ خواہش تھی کہ ایک بچہ آہو
ان کو بھی ملے۔ جب نہیں ملا تو قریب تھا کہ آنکھوں سے آنسو چھلک
جائیں۔ اچانک ایک ہرنی اپنے بچہ کو لیے ہوئے دوڑتی ہوئی مسجد میں
داخل ہوئی اور قدرت خدا سے گویا ہوئی کہ اگر حسین کی فرمائش ہے تو
میں خود یہ بچہ ان کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔ خدا کو یہ گوارہ نہیں کہ
حسین کے دل کو ٹھیس پہونچے۔ یا حسین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں
صلوٰۃ

یہی وہ حسین ہیں جس سے رسول ہیں۔
غرض کہ کس کی زبان میں طاقت ہے۔ اور کس کے قلم میں زور ہے جو
ان نعمتوں کی ذکر کر سکے۔ جو خدا نے حسین کو عطا کی۔
مگر حسین نے بھی ان نعمتوں کا خوب خوب شکریہ ادا کیا۔ اگر جبرئیل نے
حسین کو لوریاں دی تھیں۔ تو حسین نے نوک نیزہ پر قرآن پڑھ کر وحدت خدا
کا ثبوت دیا۔ اگر خدا نے بچہ آہو بھیجا تو حسین نے اپنا چھ مہینے کا بچہ راہ خدا میں
قربان کر دیا۔ اگر رسول نے حسین کے لیے سجدہ میں طول دیا تو حسین نے سجدہ میں
سر کٹا کر نماز کی عظمت بتائی۔ خدا گواہ ہے کربلا میں حسین کی شہادت یہی وہ عمل
ہے جس سے اسلام پھر سے زندہ ہو گیا۔ وحدانیت کا صحیح تصور سامنے
آ گیا۔ اگر حسین بہتر کی قربانیاں پیش نہ کرتے تو آج اسلام کے صحیح خدوخال
دنیا میں نہ ہوتے۔ نماز ہوتی مگر مسخ شدہ۔ روزے ہوتے مگر نامکمل۔ گویا
حسین ہی نے تعلیماتِ رسول کو نئی زندگی دی جب ہی تو رسول کہہ رہے ہیں حسین

منی وانا من الحسین۔ میں حسین سے ہوں کہنا گویا پیش گوئی تھی حسین کی ان خدمتوں کی۔ حسین کی ان سرفروشیوں کی۔

گویا رسول کہہ رہے تھے ۔۔۔۔ ؎

عظیم تر جو کام تھا وہ کام ان کو دے دیا
میرے حسین پر خدا کو اتنا اعتبار ہے

ارے جس ہستی کو پروردگار عالم نے ایسے فضائل سے نوازا تھا اس کے ساتھ بعد رسول امت نے کیا سلوک کیا۔

خود امام حسین علیہ السّلام کا نوحہ ہے کہ میں وہ کشتۂ گریہ و بکا ہوں جس کو اعدا نے رلایا۔ کوئی آنکھ ایسی نہیں ہوگی۔ جو میرے غم میں اشکبار نہ ہو۔

آج ہم اسی حسین کو رونے آئے ہیں۔ انھیں کی دکھیاری ماں کو پرسہ دینے آئے ہیں۔ جس کے وارثوں کو ان پر رونے نہیں دیا گیا۔ آہ جب سکینہ اپنے باپ پر روتی تھیں۔ تو شمر تماچے مارتا تھا۔ جب زینب بھائی کا ماتم کرتی تھیں تو شمر تازیانے لگاتا تھا۔ اجرکم اللہ

بہر حال بیبیوں حسین میدان کربلا میں گھر گئے۔ ساتویں سے پانی بند کیا گیا حسین کے خیموں سے العطش کی صدائیں بلند ہوئیں۔ نویں محرم کو فوج یزید نے جنگ کا آغاز کرنا چاہا۔ مگر امام حسین علیہ السّلام نے ایک رات کی مہلت مانگی۔ شمر نے انکار کیا۔ کچھ لوگوں نے کہا اگر کوئی کافر بھی مہلت مانگے تو دے دینا چاہیئے۔ اور یہ تو محمد کے نواسے ہیں ابن سعد نے مہلت دی۔ شب عاشور حسین اور ان کے ساتھیوں نے عبادت میں گزار دی ـــــــــ کوئی نماز ادا کرتا رہا کوئی قرآن مجید کی تلاوت ـ کرتا رہا۔

تمام رات خیام حسینی سے تکبیر و قراءت کی آوازیں آتی رہیں۔ عباس علی اک
کو سمجھاتے رہے کہ بنی ہاشم سے پہلے انصار حسین قتل نہ ہونے پائیں
انصار مشورے کرتے رہے کہ کس طرح فطرت امام میں بنی ہاشم سے پہلے
قربانیاں پیش کریں۔ مائیں بچوں کا دل بڑھاتی رہیں۔ حسین انصار کی
آزمائش کے بعد ان کو جنت کی بشارت دیتے رہے غرضیکہ رات بھی کٹی
سپیدۂ سحر نمودار ہوا اور میدان کربلا علی اکبر کی آواز سے گونج اٹھا
گویا بتانا تھا کہ محمد حسین کی طرف ہیں یزید کی طرف نہیں۔ پیاسوں نے حسین
کی امامت میں نماز ادا کی۔ عاشور کا سورج نکلا پسر سعد ملعون نے جنگ
کا آغاز کیا۔ اپنی فوج والوں کو خطاب کر کے کہا کہ یہ پہلا تیر ہے جو میں
لشکر حسین کی طرف پھینک رہا ہوں اور اسی تیر کے ساتھ اتنے تیر روانہ
ہوئے کہ تاریخیں بتاتی ہیں اچھا خاصا اندھیرا سا معلوم ہونے لگا۔
بہر حال جنگ ہوتی رہی ظہر کا وقت آتا ہے ابو ثمامہ صیداوی نے
بڑھ کر خدمت امام میں عرض کیا کہ مولا نماز کا وقت آگیا ہے ہماری
خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ نماز ادا کریں۔ امام نے آسمان کی طرف نظر
اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ بیشک یہ اول وقت نماز ہے اور فرمایا تم نے ایسے
وقت میں نماز کو یاد کیا خدا تمہیں نماز گزاروں میں محسوب کرے جاؤ فوج
شام سے نماز کی مہلت لے لو۔ حبیب ابن مظاہر بڑھے اور فوج شام
سے جنگ روکنے کو کہا کہ نماز ظہر ادا کرنی جائے۔ فوج شام نے انکار کیا
حصین ابن نمیر ملعون نے بڑھ کر کہا کہ نواسۂ رسول حسین کی نماز نہیں قبول
ہو سکتی اس پر حبیب کو جلال آگیا اور کہا او بد[illegible]ب تیری نماز قبول
اور فرزند رسول کی نماز نہیں قبول ہوگی اب میں جنت میں جا کر نماز ادا

کروں گا۔ اس موقع پر ایک بات اور بتاتی چلوں۔ ائمہ طاہرین علیہ السلام کے قول
سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خداوند عالم ہر اس نماز کو قبول کر لیتا ہے جو کربلائے
معلّیٰ میں روضۂ حضرت سید الشہداء پہ ادا کی جائے۔ اور یہ اسی جملہ کا
ردّ عمل ہے جو حصین ابن نمیر نے ادا کیا تھا۔ خدا نے بھی طے کر لیا کہ اگر تم
کہتے ہو کہ میرے حسین کی نماز قبول نہیں تو سبھی جو اس کے روضے پر پڑھی
جانے والی نہ ہر نماز قبول کر لوں۔ جن اکم ما بکم۔
حبیب و سعید آگے بڑھے اور امام کے سینہ سپر بن گئے۔ مولا نے
نماز پڑھا لی۔ فوج شام سے تیروں کی بارش ہوتی رہی اور وہ دونوں
بڑھ بڑھ کر اپنے سینوں پر روکتے رہے ادھر امام کی نماز تمام ہوئی
ادھر وہ دونوں گرے اور پوچھا کہ مولا ہم سے راضی ہیں۔ امام نے
سر گود میں لے لئے اور فرمایا میں راضی میرا خدا راضی۔
کیا کہنا اے حبیب ابن مظاہر کہ تم نے اپنی شان فقہ دکھا دی
یہ حبیب ہی تو تھے کہ جن کو امام نے خط میں لکھا تھا کہ یہ خط ہے حسین
ابن علی کی طرف سے مرد فقیہ حبیب ابن مظاہر کے نام۔ اے حبیب تم نے
ثابت کر دیا کہ اگر امامت پر حرف آئے تو فقیہ کا فرض کیا ہوتا ہے تم نے
یہ ثابت کر دیا کہ اگر نماز اتنی اہم ہے کہ اس کو تیروں کی بارش میں بھی ادا
ہونا چاہیئے تو یہ بھی دکھا دیا کہ شان امامت کو بچانے کے لئے نماز ترک کر کے
جان بھی دے دینا چاہیئے۔ مگر اے حبیب ذرا عصر کے وقت بھی آجاتے حسین
تنہا ہیں استغاثہ بلند کر رہے ہیں کہ کوئی ہے جو میری مدد کرے یہ استغاثہ اس
لئے نہ تھا کہ لوگ آکر ان کی مدد کریں اور انھیں مرنے سے بچائیں بلکہ استغاثہ
کا مطلب یہ تھا کہ کون ہے جو ان کی دی ہوئی دعوت حق پر لبیک کہے۔ کون

ہے جو ان احکام پر عمل کرے جسے رسول عربی لے کر آئے تھے کون ہے جو ہدایت پائے اور یہی میری مدد ہو گی میرے مقصد کی کامیابی ہو گی۔ حسین کی یہ آواز استغاثہ جو میدان کربلا میں عصر عاشور کو گونجی فضاؤں نے محفوظ کر لی اور ہر اہل حق تک پہونچا دی اور بحمد اللہ ہم اسی آواز پر لبیک کہنے کے لئے یہاں اس وقت جمع ہوئے ہیں۔

غرضیکہ امام مظلوم کا استغاثہ بلند ہوا اور لاشیں تڑپنے لگیں جن و ملک مدد کو آتے رہے اور حسین واپس کرتے رہے خود رب العزت نے بھی فرمایا کہ اے حسین اگر تم چاہو تو میں تمھاری مدد کر سکتا ہوں مگر نانا کی بات کا خیال رہے۔ حسین نے مدد لینے سے انکار کیا۔ ایک بار خیموں سے رونے کی آواز آئی حسین خیمہ میں واپس آئے۔ بیبیوں سے رونے کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا امام کی آواز استغاثہ سن کے علی اصغر نے اپنے کو جھولے سے گرا دیا ہے۔ حسین نے فرمایا لاؤ بچے کو مجھے دے دو۔ آپ نے اپنی عبا بچے کو اڑھا ل اور فوج شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اشقیا سمجھے کہ حسین صلح کے لئے قرآن لائے ہیں۔ حسین نے عبا کا دامن الٹا فوج والوں نے دیکھا کہ ایک چاند کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ امام نے فرمایا کہ یہ بچہ پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ آپ نے فرمایا اگر تم کو یہ خیال ہو کہ میں اس بچے کے بہانے سے خود پانی پی لوں گا تو لو میں اسے جلتی زمین پر لٹائے دیتا ہوں آپ نے علی اصغر سے کہا کہ تم حجت خدا کے فرزند ہو تم بھی اپنی پیاس کا اظہار کر دو۔ یہ سنا ہے علی اصغر نے ننھی سی زبان نکالی اور سوکھے ہوئے ہونٹوں پر پھرانے لگے۔

پکارا بے زباں شہ پر فدا ہوتے کو آیا ہوں

نشانہ تیر کا مجھ کو بنائے جس کا جی چاہے

یہ عالم دیکھ کے فوج والے منھ پھیر پھیر کر رونے لگے۔ فوج میں ایک انقلاب آگیا۔ سب کہنے لگے اس معصوم بچے نے کیا خطا کی ہے اسے تھوڑا سا پانی پلادو۔ پسر سعد نے فوج کا یہ عالم دیکھا تو حرملہ کو حکم دیا اقطع کلام الحسین یعنی حسین کے کلام کو قطع کردے اس ظالم نے تین بھال کے تیر کو کمان میں جوڑا اور جناب علی اصغر کی طرف چھوڑ دیا۔ تیر نے علی اصغر کا گلا زخمی کیا اور حسین کا بازو مجروح کیا۔ اس تیر کی تاب نہ لاکر وہ ننھا سا بچہ باپ کے ہاتھوں پر الٹ گیا آخری ہچکی لی اور روح پرواز کر گئی۔ حسین نے ایک نعرہ مارا اور معصوم اصغر کے گلے کا خون چلّو میں لے لیا چاہا کہ آسمان کی طرف پھینک دیں مگر آواز آئی کہ اگر اس خون ناحق کا ایک قطرہ بھی آسمان پر گیا تو قیامت تک لوگ ایک ایک بوند پانی کو ترس جائیں گے اب حسین نے چاہا کہ خون زمین پر پھینک دیں مگر آواز آئی کہ اے حسین اگر اس خون ناحق کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو حشر تک ایک دانہ بھی نہ اُگے گا حسین نے مجبور ہو کر وہ خون اپنے چہرے پر مل لیا اور فرمایا اسی طرح میں اپنے خدا سے ملاقات کروں گا۔

لہو اصغر کا چہرے پہ مل لیا شہ نے
زمیں کو عذر ہے ناراض آسماں ہے تو ہو

حسین کی چاہنے والی بیبیوں اس وقت بھی حسین محو نہیں بھولے آپ نے فرمایا اے میرے شیعوں کاش تم کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے کس طرح اپنے بچے کے لئے سوال آب کیا اور اس کا جواب کیا ملا۔ حسین عبا کا سایہ کیے ہوئے بچے کی لاش کو خیمہ کی طرف لائے مگر ہمت نہیں پڑتی کہ خیمے کے اندر جائیں آپ نے فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون رضا بقضائہ

وتسلیماً لامرہ۔ اسی طرح آپ سات مرتبہ خیمے کی طرف بڑھے اسی کی تاسی ہم لوگ اعمال شب عاشورہ میں کرتے ہیں۔ آخر آپ نے آواز دی کہ اے رباب اپنے بچے کو لے جاؤ۔ ماں سے پہلے سکینہ در خیمہ پر آگئیں اور کہا کہ میرے بھیا کو پانی پلا لائے میرے لئے نہیں لائے حسین نے عبا کا دامن اٹھا اہل حرم نے بچے کی لاش دیکھی اور ایک کہرام برپا ہو گیا وا محمداً وا علیاً

مشہادت علی اصغر کا ذکر لکھتے وقت

اک اضطراب رہا واقعہ نگاروں میں

نویں مجلس

قَالَ اللہُ - اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر

میں نے جس آیۂ کریمہ کو اپنا سرنامۂ کلام قرار دیا ہے وہ سورۂ کوثر کی ایک آیت ہے خداوند عالم نے اپنے حبیب کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے رسول ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا اسی سورہ کی اگلی آیتوں میں فرمایا آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھا کیجئے اور قربانی دیا کیجئے بے شک آپ کا دشمن بے اولاد رہے گا۔

تفاسیر میں ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوا تو جناب رسول خدا سے کوثر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک نہر ہے جو عرش کے نیچے سے جاری ہوتی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اس کی گھاس زعفران ہے اور اس کے سنگریزے زبرجد اور

یاقوت ہیں خدائے تعالیٰ نے اسے مجھے اور میرے اہلبیت کو خاص طور سے عطا فرمایا ہے آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ روز قیامت تم اور تمھارے شیعہ حوض کوثر پر سیر و سیراب ہوں گے اور میں ان کی شفاعت کروں گا۔ صلوٰۃ۔

یہی وہ سورۂ مبارکہ ہے جس کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر دشمن دنگ رہ گئے تھے مشہور واقعہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں شعرائے مکہ اپنے اپنے قصیدے کعبہ میں لٹکا دیا کرتے تھے حکم ہوا اے رسول ان قصیدوں کے جواب میں تم یہ مختصر سا سورہ لکھ کر کعبہ میں لٹکا دو۔ چنانچہ اسی سورۂ کوثر کو لکھکر کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ اب ذرا اعجاز قرآن تو ملاحظہ ہو۔ جب اس سورہ پر ان شعراء کی نظر پڑی جن کو اپنی زبان دانی پر اتنا ناز تھا کہ اپنے مقابلے میں وہ دوسروں کو "عجم" یعنی گونگا کہا کرتے تھے تو ان سب نے بالاتفاق یہ تسلیم کرلیا مَا هٰذَا الْكَلَامُ الْبَشَرِ۔ یعنی یہ کلام کسی انسان کا نہیں ہوسکتا۔ صلوٰۃ

تفاسیر میں ہے کہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے بھی ہیں چونکہ کفار مکہ حضرت کے بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے طعنہ دیا کرتے تھے اور حضرت کو رنج ہوا کرتا تھا اس کے جواب اور حضرت کی تشفی کے لیے یہ آیت نازل ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم کو کثرت سے اولاد عطا کی ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں اولاد رسول یعنی سادات نہ رہتے ہوں۔ صلوٰۃ

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ کوثر سے مراد شفاعت کے بھی ہیں گویا خدا نے رسول کو شافع روزِ محشر قرار دیا ہے اب یہ صرف رسول پر منحصر ہے کہ کس کی شفاعت کریں اور کس کی شفاعت نہ کریں اب اگر کسی کو رسول کی شفاعت مطلوب ہے تو اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان احکام کی تعمیل کرے جو رسول بتا گئے ہیں اور اگر رسول فرما گئے ہوں کہ میں اجر رسالت

اور کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو تو ہمیں چاہیئے کہ ہم رسول کے اہلبیت سے مودّت رکھیں اور شفاعت رسول کے حقدار بن سکیں کیا بتاؤں کہ آپ نے ان قرابتداروں کا تعارف کن کن طریقوں سے کرایا کبھی آپ نے فرمایا "انا و علی من نور واحد" میں اور علی ایک ہی نور سے ہوں۔ کبھی آپ نے فرمایا "انا مدینة العلم و علی بابھا" یعنی میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ کبھی فرمایا فاطمة بضعتہ منی یعنی فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے تو کبھی فرمایا الحسن و الحسین سید ہ سباب اھلل الجنة یعنی حسین وحسن جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ صلوٰۃ

صرف زبانی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر بھی رسول اپنے اہلبیت کا تعارف کرواتے رہتے تھے کبھی مباہلہ کے میدان میں لائے تو کبھی چادر تطہیر میں جمع کر کے پہچنوایا۔

مشہور حدیث ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا مسجد میں تشریف رکھتے تھے کسی نے آپ کو ایک بھُنا ہوا طائر تحفہ میں بھیجا آپ نے اس وقت دعا کی کہ اے میرے پروردگار اس وقت تو اس کو بھیجدے جس کو تو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہو اور وہ سب سے زیادہ تجھ کو دوست رکھتا ہو۔ ابھی آپ کی یہ دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ حضرت علی دروازۂ مسجد پر تشریف لائے اور داخل مسجد ہونا چاہتے تھے کہ رسول کے ایک صحابی "انس" نے آپ کو روکا کہ اس وقت رسول اللہ ایک ضروری کام میں مشغول ہیں آپ پھر تشریف لائیے گا۔ آپ واپس ہوئے اس کے بعد رسول نے پھر وہی دعا کی "پروردگار اپنے سب سے پیارے بندے کو بھیجدے" پھر علی دروازے تک آئے اور انس سد راہ ہوئے۔ تیسری بار پھر رسول نے وہی کلمات دہرائے پھر علی آئے اور انس نے روکا اس بار آپ نے

زور آواز کو بلند کیا جس سے رسول نے ان کی آواز سن لی اور علی سے کہا کہ میں تم کو بلاتا ہوں تم آتے کیوں نہیں صلوٰۃ

علی تشریف لائے آپ نے واقعہ بیان کیا رسول نے انس کو بلا کر پوچھا کہ تم نے علی کو آنے سے کیوں روکا اس پر انس نے جواب دیا کہ میں چاہتا تھا کہ یہ فضیلت میرے قبیلے کے کسی انسان کو مل جائے۔ میں کہوں گی اے انس تم نے علی کی فضیلت میں چار چاند لگا دیئے اگر علی پہلی بار آتے اور تم آنے دیتے تو دنیا کہتی کہ یہ محض اتفاق تھا کہ رسول نے دعا کی اور علی نمودار ہو گئے مگر تم نے علی کو روک کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ اتفاق نہیں تھا بلکہ علی ہی خدا کا وہ بندہ ہیں جنھیں خدا سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے صلوٰۃ

جناب فاطمہ سے آپ کو جو محبت تھی اس کے لئے صرف یہی بات کافی ہے کہ جب آپ کہیں باہر تشریف لے جاتے تھے تو سب سے آخر میں آپ سے ملتے تھے جب واپس آتے تھے تو سب سے پہلے فاطمہ کے پاس جاتے تھے۔ زمانے کا دستور ہے کہ چھوٹے بڑوں کے سامنے تعظیم کو کھڑے ہوتے ہیں مگر یہ فاطمہ کی منزلت تھی کہ رسول خود ان کی تعظیم کو کھڑے ہوتے تھے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔

اپنے نواسوں سے رسول کی محبت کا یہ عالم تھا۔ رسول مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں آپ سجدے میں جاتے ہیں اور حسین جن کی عمر ابھی چند سال کی ہے آپ کی پشت مبارک پر تشریف لے جاتے ہیں اس وقت رسول کا طرز عمل کیا رہا کیا آپ نے سجدہ سے سر اٹھا لیا نہیں آپ نے سجدہ کو طول دیا اور اس وقت تک سر نہیں اٹھایا جب تک حسین خود آپ کی پشت پر سے ہٹ نہیں گئے اور رسول تو شاید سر اٹھا لیتے مگر جبرئیل امین نازل ہوئے اور فرمایا کہ خداوند عالم کا حکم ہے کہ آپ سجدے سے اس وقت تک سر نہ اٹھائیں جب تک حسین آپ کی پشت پر

سوار ہیں۔

اس وقت میں، یہ پوچھوں گی کہ کیا حسین کا یہ فعل ناسمجھی کا تھا ؟ نہیں قطعاً نہیں حسین بچے ضرور تھے مگر جس گھر سے نماز قائم ہوئی ہو وہاں کے بچے بھی نماز کی اہمیت سے واقف ہوتے ہیں اور پھر یہ حضرات تو عالم طفلی ہی میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے اور رکوع وسجود کی اہمیت سے واقف تھے مگر آج یہ دکھانا مقصود تھا کہ زمانہ دیکھ لے کہ کس کے لئے رسول نے سجدہ کو طول دیا اور اشارۂ قدرت بھی شاید یہی تھا کہ دنیا کو دکھا دے کہ اہلبیت کی منزلت نماز سے بھی زیادہ ہے۔ صلوٰۃ۔

روز عید کا واقعہ آپ نے بار بار سنا ہوگا کہ عید کا دن ہے رسول کے دونوں نواسے حسن اور حسین انگلی پکڑے ہوئے نانا کے ہمراہ جا رہے ہیں حسین نے ضد کی کہ عرب کے بچے اونٹوں پر سوار ہیں لیکن ہمارا کوئی اونٹ نہیں ہے اس پر رسول نے فرمایا کہ تمھارا ناقہ میں ہوں اور بچوں کو اپنی پشت مبارک پر سوار کر لیا۔ بچوں نے کہا کہ نانا جان اور ناقوں کی تو مہار بھی ہوتی ہے ہمارے ناقہ کی تو مہار ہی نہیں ہے۔ رسول نے اپنی دونوں زلفیں بچوں کو دے دیں کہ یہ تمھارے ناقے کی مہار ہے۔ اب بچوں کی ضد ہے کہ ہمارا ناقہ بولتا نہیں ہے اس پر رسول نے عف عف کہا جس کے معنی ہیں خدا معاف کر دے۔ خدا معاف کر دے۔ تیسری بار آپ یہ کلمہ زبان پر جاری کرنا چاہتے تھے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا خدا بعد درود و سلام کے ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ نے یہ کلمہ پھر زبان پر جاری کیا تو آتش جہنم کو سرد کر دوں گا۔ رسول کو ناقہ بنتے دیکھ کر دیکھنے والوں نے کہدیا کیا اچھی سواری ہے اس پر رسول بگڑ گئے اور کہا یہ نہیں کہتے کہ کیا اچھے سوار ہیں۔ رسول نے دونوں نواسوں کے ہاتھوں میں زلفیں دیکھ کر یہ بھی

بتا دیا کہ یہ بظاہر دو ہیں مگر ان کا ارادہ ایک ہے۔ یہ نہیں کہ ایک کا رخ ایک طرف دوسرے کا دوسری طرف دونوں مشیت کے پابند ہیں اور دونوں امام ہیں خواہ کھڑے ہوں خواہ بیٹھے ہوں گویا یہ واضح کر دیا کہ صلح حسن اور جنگ حسین میں کوئی فرق نہیں جیسا وقت کا تقاضا ہوگا ویسا ان کا فعل ہوگا مگر مقصد ایک رہے گا۔

بس آخر میں ایک تعارف اور پیش کرنا ہے پیغمبر حج آخر سے پلٹ رہے ہیں کہ آیت نازل ہوتی ہے۔

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ۔ اے رسول اس حکم کی تبلیغ کر دیجئے جو آپ پر نازل کیا جا چکا ہے۔

واقعہ آپ نے بارہا سنا ہے کہ جب رسول حج آخر سے پلٹ رہے تھے آپ کے ہمراہ ستر ہزار حاجی تھے۔ گرمی کی شدت اپنے پورے عروج پر تھی۔ صحرائے عرب کا ذرہ ذرہ چمک کر فخر و مباہات کر رہا تھا کہ کبھی آسمان کو اپنی دھمک دکھاتا تھا کبھی سورج سے آنکھیں ملاتا تھا۔ گویا اظہار اس بات کا کرنا تھا کہ میری برابری تم نہیں کر سکتے آج فخر دو عالم کے قدم میرے اوپر پڑ رہے ہیں۔ ادھر ہادی جہاں خاموشی سے سفر طے کر رہے تھے کہ جبرئیل امین یہ آیہ مبارک لیکر نازل ہوئے جس کی میں نے ابھی ابھی تلاوت کی ہے بس رسول مسکرائے ادھر قافلہ غدیر کے میدان تک پہونچا ادھر رسول نے حکم سنایا جو لوگ آگے جا چکے تھے ان کو واپس بلایا گیا جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار کیا گیا۔ اصحاب حیران تھے حاجی پریشان و متحیر تھے کہ کیا ہونے والا ہے۔ اس صحرا میں قافلہ کیوں روکا جا رہا ہے ریگستان کی تپش ناقابل برداشت ہو رہی ہے لیکن حکم رسول کے آگے کسی کو لب ہلانے کی جرات نہ تھی۔

جب سب جمع ہو گئے تو آپ کے حکم کے مطابق پالان شتر کا ممبر بنایا گیا۔

جناب سلمان اور جناب ابوذر نے میدان غدیر کے کانٹے اور کنکر دپتھر صاف کئے
رسول اسلام ممبر پر تشریف لے گئے اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا لوگوں سے
اقرار لیا کہ میں تم سب سے اولی یعنی بہتر ہوں یا نہیں۔ تمام حاجی اقرار کرتے
ہیں کہ بیشک آپ بہتر ہیں اس کے بعد آپ نے اپنے دست بازو ناصر و مددگار
مولائے کائنات علی ابن ابی طالب کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا " من
کنت مولاہ فھٰذا علی مولا " یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی
مولا ہیں۔ صلوٰۃ۔

اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ چاروں طرف سے مبارک باد کی صدائیں آنے
لگیں۔ دوست و دشمن سب ہی نے موقع کی نزاکت کا احساس کیا اور ایک زبان
ہو کر مبارکباد دی۔ پھر مولائے کائنات ایک کونے میں سر جھکا کر بیٹھ گئے تو رسول
اسلام نے اصحاب کو بلا کر فرمایا کہ تم لوگ گروہ در گروہ کی شکل میں علی کے پاس جاؤ
اور ان کی خدمت میں مبارکباد پیش کرو۔ اس موقع پر جو دوستدار ان علی تھے
ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا جوق در جوق مولا کے خیمہ میں جاتے تھے
مسرت سے ان کے چہرے گلنار ہو رہے تھے اور جن کے دلوں میں بغض علی تھا
وہ صحرا کی گرمی سے زیادہ اپنے جذبۂ حسد میں بھنے جا رہے تھے مگر وہ بھی حکم
رسول کی بنا پر مبارکباد دینے کے لئے جانے پر مجبور ہو گئے تھے علی کی خدمت میں
جا کر کہتے تھے (بخٍ بخٍ لک یا ابو الحسن) اے ابوالحسن مبارک ہو مبارک۔

اِدھر زمین پر مبارک سلامت کی محفل جمی ہوئی تھی اُدھر افلاک پر فرشتے
ناز کر رہے تھے جبرئیل کی مسرت کی انتہا نہ تھی بار بار ملائک کو مخاطب کر کے کہتے
تھے یہ میرے استاد کی خلافت کا دن ہے اس سے بڑھ کر خوشی کا دن اب دنیا
میں نہ آئے گا۔ کہ حکم الٰہی ہوتا ہے اے جبرئیل تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو

ذرا غدیر کے اس میدان میں جا دُ فخرِ عرش بنا ہوا ہے اور میرے حبیب کو درود
وسلام کے بعد یہ مژدہ سناؤ ۔ الیوم اکملت لکم دینکم ورضیت لکم
الاسلام دنیا ۔ (آج تمہارا دین کامل ہوا اور دین اسلام سے راضی ہوا) صلوٰ
یہ میرے مولا علی کی منزلت ہے کہ غدیر کا میدان چھلک رہا ہے اور ہر وہ
شخص میرے مولا علی پر عزت کی نظر ڈال رہا ہے لیکن ہائے کنیزان زینب کیا آپ
سن سکیں گی میری نظروں میں کوئی اور میدان بھی آگیا جہاں ہزاروں کا مجمع ہے
لیکن آج احترام کرنے والے نہیں بلکہ اسیری کا تماشہ دیکھنے والے لوگ جمع ہیں
ہماری اور آپ کی شہزادی زینب کبریٰ بے مقنع و چادر بے کجاوہ اونٹ پر کر
لے جائی جا رہی ہیں ہائے جن کے بابا کی منزلت میدان غدیر میں اتنی نمایاں
تھی آج اسی علی کی بیٹی اس طرح پھرائی جارہی ہیں کون زینب ثانی زہرا کوفہ و
مدینہ کی شہزادی جس کے دروازے پر ملک بھی بغیر اجازت نہیں آسکتے تھے وہ
وارثِ چادرِ عصمت جس کی آواز کسی اجنبی کے کان تک نہ پہونچی تھی آج گردشِ
فلک نے اسے اس طرح اسیر کرایا کہ ہزاروں تماشائی اور تنہا زینب ہی نہیں بلکہ
سیدہ کا پورا گھرانا علی کا پورا کنبہ یہ لٹا ہوا قافلہ میدان کربلا سے آرہا ہے جہاں
زینب نے کیسے کیسے منظر دیکھے جان سے زیادہ عزیز علی اکبر کا ٹکڑے ٹکڑے سینہ
و قاسم کی پامال شدہ لاش وزینب کی گود کے پالے جگر کے ٹکڑے عون و محمد
شہید کر دیئے گئے ۔ خیموں کی رونق علی اصغر پانی کے بدلے تیر سے سیراب کئے گئے ۔
اے بی بی زینب کی تائی کرنے والی سوگوار بیبیوں یہی نہیں بلکہ اس کے بعد یہ نوبت
آئی ۔ زینب کا چھیتا بھائی رخصت ہونے کے لئے خیمے میں آیا ۔ اے زینب ۔ اے
ام کلثوم اے رباب و ام لیلیٰ سکینہ و رقیہ میرا آخری سلام لو ۔ دکھیا زینب جو
صبح سے ظلم و ستم سہہ رہی تھی اب ضبط نہ کر سکی امام مظلوم کے گلے میں باہیں ڈالدیں

بھیا کیا وہ وقت آگیا کہ تم بھی زینب کو چھوڑ دو گے۔ بھیا کیا اسی دن کی خبر اماں نے دی تھی تم نے فضہ سے کپڑے کیسے منگوائے تھے زینب اشکبار ہیں حسین خاموش ہیں وہ حسین جو صبح سے قربانی پیش کر رہے ہیں وہ حسین جس نے دین کے لئے پورا گھر لٹا دیا شہزادی زینب سے مخاطب ہوئے "بہن زینب ہاں اب وہ وقت آگیا ہے جس کا وعدہ میں نے کیا تھا جس کی خبر نانا نے دی تھی بہن تم بہت رو چکیں اب صبر کرو میں تو مقتل کی طرف جا رہا ہوں لیکن زینب اب میرے بعد تم اس قافلہ میں زینب نہیں حسین بن کر رہو گی تمھاری ذمہ داریاں بہت ہیں اب عباس نہیں جو ان بچوں کو سنبھالیں بہن تم اب عباس بھی ہو قاسم بھی ہو علی اکبر بھی ہو اور حسین بھی ہو اب یہ سب ذمہ داریاں تمھاری ہیں میری آخری نشانی میرا بیمار بیٹا سید سجاد ہے جو غش کے عالم میں ہے اس کا خیال رکھنا۔ جن اکم ر بکم حسین نے زینب کو تسلی دی اور رخصت ہوئے۔

حسین خیمہ کے باہر تشریف لائے گھوڑا منتظر ہے مگر حسین کبھی ادھر دیکھتے ہیں کبھی ادھر دیکھتے ہیں دل چاہتا ہے پوچھوں مولا کیا دیکھ رہے ہیں تو شاید مولا جواب دیں کہ جب میں گھوڑے پر سوار ہوتا تھا تو عباس مجھے سہارا دیتے تھے علی اکبر میرا بازو تھامتے تھے قاسم میری رکاب پکڑتے تھے آہ اب کوئی باقی نہ رہا زینب نے بڑھ کر بھائی کو تسلی دی رکاب پکڑ کر سوار کیا حسین میدان میں تشریف لائے اور آواز بلند کی ھل من ناصر ینصرنا ہے کوئی مدد کرنے والا اب حسین کی مدد کرنے کون آئے سب تو اپنی جانیں نثار کر چکے علی اکبر سینے پر برچھی کھا کر شہید ہو چکے قاسم کا لاشہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو چکا جو اپنے چچا پر جان نثار کریں عون و محمد رخصت ہو چکے جو حسین کا سہارا تھے عباس اپنے شانے کٹوا چکے جو مدد کریں ارے اب تو حسین تن تنہا ہیں اور دشمنوں کا

لشکر کوئی تلوار میں چلاتا ہے کوئی نیزہ مارتا ہے کوئی تیر پھینکتا ہے اور کوئی پتھر برساتا ہے اور زہرا کا لال علی کا دلبند جہاد میں مصروف ہے حسین کی یہ جنگ یادگار زمانہ ہے تین دن کی بھوک ہے تین دن کی پیاس ہے دل پر بہتر۷۲ داغ ہیں مگر جنگ ایسی کی کہ دشمنوں کو علی کی یاد تازہ ہوگئی لیکن ادھر آفتاب نقطۂ عصر پر آیا ادھر میرا مولا میرا مظلوم امام گھوڑے پر سنبھل نہ سکا ڈگمگا کے نیچے تشریف لایا ہاں میرا دل کہتا ہے کہ دکھیاری ماں جنت سے آگئی ہوں گی آ میرے لال میں تجھے ابھی گود میں لے لوں رسول نے مدینہ چھوڑ دیا ہوگا اے میرے حسین آ میں تجھے اپنی آغوش میں لے لوں سر برہنہ آب کوثر لے کر علی میر بھی آگئے ہوں گے

روایات بتاتی ہیں کہ حسین جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو آپ کے تن اطہر پر اتنے تیر پیوست تھے کہ جسم مطہر تیر دل پر رکا ہوا تھا شمر ملعون بڑھنا چاہتا تھا کہ فاطمہ کے لال کا سر قلم کردے روایتیں بتاتی ہیں کہ شمر کبھی آگے بڑھتا تھا کبھی پیچھے ہٹتا تھا بعد میں لوگوں نے شمر سے سوال کیا کہ تو ایسا کیوں کر رہا تھا تو اس نے جواب دیا کہ جب میں آگے بڑھتا تھا تو کبھی رسول خدا سر برہنہ نظر آتے تھے اور یہ کہتے تھے اے شمر میرے حسین کی کیا خطا ہے جو تو یظلم کرنے جا رہا ہے کبھی کوئی معظمہ آگے بڑھتی تھیں اور کہتی تھیں اے شمر میرے لال کو ذبح نہ کر اگر تو مرہی چاہتا ہے تو اس دکھیاری ماں کا سر قلم کرلے ارے میں نے بڑے دکھوں سے چکی پیس پیس کر اپنے حسین کو پالا ہے جس کو تو تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کرنے جا رہا ہے۔

شمر سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا وقت آخر حسین کے لب ہل رہے تھے میں اپنے کانوں کو قریب لے گیا تو میں نے سنا حسین کہہ رہے تھے اے میرے پالنے والے میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اب تو بھی اپنا وعدہ پورا کرنا کہ میری امت کو بخش دینا

اے حسین کو چاہنے والی بلبلیوں حسین کو ہم سے کتنی محبت تھی وقت آخر حسین نے یتیم سکینہ کے لیئے دعا نہ کی زینب کے پردے کی حفاظت کی دعا نہ کی بلکہ ابھی امت کے لئے دعا کی میں کس قلم سے لکھوں کہ شمر ملعون نے کیا غضب ڈھایا خنجر کند ایسا پھیرا کہ زمین کا زلزلہ آگیا آفتاب کو گہن لگا فرات کا پانی نیزوں اچھلا آندھیاں سیاہ و سرخ چلنے لگیں۔ ایک منادی کی آواز آرہی ہے۔

الا قتل الحسین بکربلا الا ذبح الحسین بکربلا۔ اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ حسین کی دکھیاری بہن زینب گھبرا کر امام زین العابدین کے پاس آئیں اے بیٹا سید سجاد یہ کیسی آواز آرہی ہے امام نے فرمایا اے پھوپھی اماں ذرا خیمہ کا پردہ اٹھائیے جناب زینب نے خیمہ کا پردہ اٹھایا سید سجاد نے دیکھا نوک نیزہ پر سر حسین بلند کیا جا چکا ہے سید سجاد نے سر سے عمامہ پھینک دیا۔ السلام علیک یا ابا عبد اللہ آہ میرا بابا شہید کر دیا گیا آہ میں یتیم ولاوارث ہو گیا۔

مظلوم بے دیار و اسیر بلا حسین
لب تشنہ دل شکستہ قتیل جفا حسین
روحی لک الفداء اے گلگوں قبا حسین

دسویں مجلس

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ لَوْکَانَ الرِّیَاضُ اَقْلَامًا وَالْبُحُورُ مِدَادًا وَالْجِنُّ حُسَّابًا وَالْاِنْسُ کُتَّابًا مَا اَحْصَوْا فَضَائِلَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ

فخر نبوت و صداقت آفتاب رسالت کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر تمام زمین کے درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر روشنائی بن جائیں اور تمام جن مل کر حساب کریں اور تمام انسان مل کر لکھیں جب بھی فضائل علیؑ ابن ابیطالب کا احصا نہیں کر سکتے۔

کیا کہنا مولائے کائنات علی ابن ابیطالب کا کہ جس کے فضائل کا کوئی شمار ہی نہیں کر سکتا ہے۔ انسان تو انسان ملک تک قاصر ہوئے ہیں خود رسول مقبول فرماتے ہیں کہ جب میں شب معراج مہمان خدا ہو کر فلک پر پہونچا تو یہاں ایک ملک کو دیکھا کہ جس کے دس لاکھ ہاتھ تھے اور ہر ہاتھ میں دس لاکھ انگلیاں تھیں اور وہ اپنی دس کھرب انگلیوں سے بیٹھا ہوا کچھ حساب کر رہا تھا میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ملک ہے اور کیا کر رہا ہے۔ امین وحی نے عرض کیا یہ قطرات باراں پر موکل ہے اور ان کا نگہبان ہے اور اسے معلوم ہے کہ کتنے قطرے آسمان سے گرتے ہیں یہ سن کر رسول نے خود اس ملک سے دریافت کیا کہ کیا تجھ کو معلوم ہے جب سے خدا نے دنیا خلق کی ہے اس وقت سے کتنے قطرے آسمان سے زمین پر گرے ہیں اس ملک نے جواب دیا یا رسول اللہ جس نے آپ کو نبی برحق بنایا ہے مجھے معلوم ہے کہ ابتدائے دنیا سے تا ایندم کتنے قطرے زمین پر گرے اور کتنے آباد زمینوں پر گرے اور کتنے غیر آباد زمینوں پر اور کس قدر باغوں پر بارش ہوئی اور کس قدر پہاڑوں پر پانی برسا۔ جناب رسالتمآب فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے حافظہ اور ذہن سے تعجب ہوا اور متعجب دیکھ کر اس نے کہا یا رسول اللہ ایک حساب ہے میں بھی قاصر ہوں اور باوجود اس قدر ہاتھوں اور انگلیوں کے شمار نہیں کر سکتا۔ رسول نے دریافت کیا کس کا حساب نہیں ہو سکتا۔ کہا یا رسول اللہ وہ فضائل آپ کے داماد و ابن عم حضرت علیؑ کا

ہے جن کے حساب سے میں بھی قاصر ہوں۔ صلوٰۃ

بہرحال جس کے فضائل کے احصا میں ہر شخص عاجز ہو اک تک شمار نہ کر سکتا ہو اس کے فضائل کون بیان کر سکتا ہے شجاعت ایسی کہ گہوارہ ہی میں کلّہ اژدر چیرا جود ایسا کہ خود فاقے پر فاقے کئے مگر مانگنے والے کو سیر کر دیا کبھی سائل کو خالی واپس نہ کیا۔

مشہور واقعہ ہے ایک اعرابی خانہ کعبہ کو پکڑے ہوئے دُعا مانگ رہے ہیں کہ اے مالک اس اعرابی کو چار ہزار درہم عطا فرما۔ کس قدر موقع شناس تھا وہ اعرابی کہ اپنے مالک کو مخاطب کیا تو مولود کعبہ کے سامنے مالک کعبہ کے سامنے وہ گھر جسے دنیا اللہ کا گھر کہتی ہے درحقیقت وہ والئے کائنات کا گھر ہے۔ صلوٰۃ۔

اور رسول کی مشہور حدیث آپ نے سنی ہوگی اے علی تم کعبہ کی منزلت رکھتے ہو۔ پھر وہ علی جس کا زچہ خانہ کعبہ بنا ہو جو کعبہ کا مالک ہو بھلا اس کے سامنے سے کوئی سائل خالی ہاتھ واپس ہو سکتا تھا۔ حضرت علی نے بڑھ کر دریافت کیا اے شخص چار ہزار درہم لے کر تو کیا کرے گا اعرابی نے جواب دیا ایک ہزار میں مکان تعمیر کراؤں گا ایک ہزار میرا قرضہ ہے وہ ادا کروں گا اور ایک ہزار اپنی زوجہ کا مہر ادا کروں گا اور ایک ہزار سے معیشت کا انتظام کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا تم کل مدینے آنا تم کو مل جائیں گے۔

اعرابی دوسرے دن مدینے پہونچا راستے میں امام حسن علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ نے پوچھا کہاں جاتا ہے اس نے ماجرا بیان کیا امام حسن علیہ السلام سمجھ گئے کہ سوائے مولود کعبہ بشر خدا اور کس میں

یہ طاقت ہے جو اتنی رقم دینے کا وعدہ کرلے۔

بہر حال وہ اعرابی مدینے پہونچا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس کو اپنا مہمان کیا آپ نے سلمان کو حکم دیا کہ جو باغ رسول خدا نے میرے واسطے تعمیر کیا ہے اسے مدینے کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کر ڈالو۔ سلمان نے حکم کی تعمیل کی اور جاکر باغ بارہ ہزار درہم میں فروخت کر ڈالا۔ قیمت لے جاکر خدمت امیرالمومنین علیہ السلام میں حاضر کردی آپ نے سب سے پہلے چار ہزار درہم اس اعرابی کے حوالے کئے اور چالیس درہم اپنی طرف سے عطا کئے یہ تھا آپ کا کرم یہ تھی آپ کی سخاوت آپ کے فضائل کا کیا کہنا اور صرف سخاوت ہی بیان کی جائے تو تمام عمر نہیں بیان ہوسکتی۔ حالت نماز میں جناب سلیمان کی انگوٹھی عطا کرنے والے پوری قطار اونٹ کی دینے والے۔

کون سی صفت آپ کی بیان کی جائے پیدا ہوئے اللہ کے گھر میں آنکھ کھولی تو رسول کا چہرہ دیکھا پرورش پائی تو دامن رسول میں بڑے ہوئے تو حامی رسول بنے جنگ ہوئی تو علمدار لشکر ہوئے صلح ہوئی تو حیدر صفدر ہوئے۔ دنیا علی کے فضائل سے انکار کرتی رہے مگر نماز کا مصلےٰ گواہی دے گا کہ علی جیسا عبادت گذار دنیا میں نہیں آیا۔ جنگ کی تاریخ بتائے گی کہ علی جیسا جانباز میدان جنگ میں نہ دیکھا عدالت پکار کر کہے گی کہ فیصلہ کرنے والے تو دنیا میں بہت ہوئے مگر علی جیسا فیصلہ کرنے والا چشم فلک نے نہ دیکھا نصرت و مدد شہادت دے گی کہ ناصر و مددگار دنیا میں بہت ہوئے مگر علی جیسا ناصر کوئی نہ ہوسکا۔ صلوٰۃ

گویا وہ تمام کمالات و صفات جو تمام انبیاء میں منتشر تھے سب کے سب

علی کی شخصیت میں جمع ہو گئے تھے یہی تو سب باتیں تھیں کہ جن کے بعد رسول کو کہنا پڑا کہ اے مسلمانوں علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے جملوۃ۔

مگر یہ مرتبے علی کو یوں ہی نہیں ملے بلکہ علی نے اپنے کارناموں سے اپنی منزل بنائی تھی علی نے اپنی کوششوں سے یہ مقام حاصل کیا تھا۔ جس دن سے پیغمبر اسلام نے اعلان نبوّت کیا تھا اس دن سے علی ان کے ساتھ ساتھ تھے اور نبی و علی میں کبھی جدائی نہیں ہو لی تھی ہو بھی کیسے سکتی تھی خود رسول اسلام نے فرمایا تھا کہ ہم اور علی ایک ہی نور سے خلق ہوئے ہیں یعنی ایک ہی نور کے یہ دو ٹکڑے ہیں جدا ہو بھی کیسے سکتے تھے خلقت نور کے بعد سے دونوں حمد خدا میں مشغول رہے یہاں تک کہ دنیا میں تشریف لائے جسلوۃ۔ یہاں بھی ساتھ رہے جس وقت پیغمبر اسلام نے دعوت اسلام دی اس وقت علی کمسن ضرور تھے لیکن رسول کی نصرت کا اعلان کر کے بتایا کہ میں دیکھنے میں چھوٹا ضرور ہوں لیکن میرے قدموں میں اتنی قوت ہے کہ پہاڑ مقابلہ سے ٹل سکتے ہیں لیکن علی کے قدموں میں لغزش نہیں ہو سکتی اور علی نے جو کچھ کہا تھا کر کے دکھایا جب تک جان میں جان رہی رسول اسلام اور اسلام کی نصرت میں مشغول رہے اور جب رسول خدا اس دنیا سے رخصت ہوئے دنیا والے رسول کے جنازے کو چھوڑ کر جاہ و منصب حاصل کرنے کے لئے چلے گئے۔ مگر مولائے کائنات رسول سے الگ نہ ہوئے۔ دفن و کفن رسول علی کے ہاتھوں سے ہوا۔ پھر دنیا ۲۵ سال کے طویل دور میں علی سے دور رہی لیکن علی نصرت حق سے دور نہ رہے جب بھی اسلام پر کوئی وقت پڑا علی فوراً سامنے آئے صرف یہی نہیں بلکہ علی جاتے جاتے نصرت اسلام کے لئے انتظام کر گئے۔ علی رخصت ہوئے تو حسن آگے بڑھے اور امام حسن علیہ السلام خاموشی

سے مدینہ میں اسلام کی خدمت کرتے رہے اور پھر ہمارے اور آپ کے آقا حسین مظلوم کا دور آتا ہے آپ بھی خاموشی سے دین کی خدمت کرتے رہے۔ صلوٰۃ۔

کہ معاویہ اس دنیا سے جاتا ہے اور اس کا بیٹا یزید تخت خلافت پر بیٹھتا ہے۔ یزید جیسے اپنی طاقت کا نشہ ہے جو اپنی حکومت کو لازوال سمجھتا تھا۔ وہ رسول کی منزلت اور علی و فاطمہ کی خدمات کو بھلا کر امام حسین سے بیعت کا سوال کرتا ہے۔ امام حسین بھلا یزید کے ہاتھوں پر بیعت کرکے اسلام کا خاتمہ کیسے کر سکتے تھے۔ آپ نے بیعت سے انکار کیا اور حسین کو مدینہ سے رخصت ہونا پڑا۔ مدینہ حضرت حسین کا وطن ہی نہ تھا بلکہ اسی مدینہ میں نانا کا روضہ تھا ماں کی لحد تھی بھائی کا مزار تھا حسین نصرت اسلام کے لئے ان سب سے جدا ہو کر مکہ آتے ہیں مگر مکہ میں بھی دشمنوں نے گھیرا تو حسین حج کو چھوڑ کر صرف عمرہ پر اکتفا کرتے ہیں اور کوفہ کا رخ کرتے ہیں جس وقت یہ خبر مکہ والوں کو معلوم ہوئی۔ لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور امام سے خواہش کرتے ہیں کہ آپ سفر نہ کیجیے آپ اعراق نہ جائیے انھیں لوگوں میں محمد حنفیہ بھی تھے۔ آپ نے پہلے تو سفر سے منع کیا پھر کہا اچھا اگر آپ کو سفر ہی کرنا ہے تو اعراق نہ جائیے یمن چلے جائیے وہاں آپ کے ماننے والے ہیں اعراق والوں پہ بھروسہ نہ کیجیے۔ اعراق والوں نے پدر بزرگوار سے دغا کی۔ بھائی حسین کو دھوکہ دیا مگر امام نے فرمایا اے محمد حنفیہ مجھے کوفہ والوں نے بلایا ہے میرا جانا بہت ضروری ہے۔

ادھر حسین مکہ سے رخصت ہوئے ادھر کوفہ میں حضرت مسلم کی شہادت واقع ہوئی اور جب یہ خبر راستے ہی میں حسین کو پہونچی تو آپ نے یتیمۂ مسلم کو

بلایا اور سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ بنی ہاشم کا گھرانہ تھا ایک دفعہ بچی پریشان ہوکر پوچھتی ہے چچا میرے بابا کی خبر ہے آپ تو اس طرح سے مجھ پر شفقت فرما رہے ہیں جس طرح کسی یتیم پر شفقت کی جاتی ہے۔

امام فرماتے ہیں ہاں بیٹی تیرا بابا کوفہ میں شہید کر دیا گیا تو یتیم ہوگئی لیکن مجھے کہنے دیجئے اے یتیمۂ مسلم تم خوش نصیب ہو کہ تمہارے سر پر حسین سا شفیق چچا موجود ہے جو تم کو دلاسا دے رہا ہے لیکن ہائے رے یتیم سکینہ آہ وہ معصوم بچی کیا کرے جس کا بابا بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا لیکن کوئی دلاسا تو کیا دیتا بلکہ منھ پر طمانچے مارے جاتے ہیں کانوں سے گوشوارے کھینچے جاتے ہیں جن اعکر بکم۔

اے ماتم دار بھیوں کیا آپ سن سکیں گی جب حسین شہید ہو گئے تو اشقیا آگ لے کر خیموں کی طرف بڑھے ایک کے بعد ایک خیمہ جل رہا ہے۔ زینب امام وقت کی خدمت میں حاضر ہوئیں فرمایا بیٹا اب تم امام وقت ہو جو حکم دو ان خیموں میں جل کر مرجائیں یا باہر نکل جائیں اے میرے فرزند آنکھیں کھولو جواب دو۔

کہتی ہیں زینب مضطر میرے بیمار اٹھو

ہوگئے قتل برادر میرے بیمار اٹھو

ہے پریشان پھوپھی غش سے اب آنکھیں کھولو

مضطرب ہے دل مادر میرے بیمار اٹھو

شاید یہ آواز مولا کے کان میں پہونچی اور میرے بیمار امام نے غش سے آنکھیں کھولیں فرمایا پھوپھی یہ پردے کا وقت نہیں ہے اسی حالت سے باہر تشریف لے چلئے جس وقت خیمے جل رہے تھے راوی کہتا ہے میں نے

دیکھا علی کی بیٹی ایک جلتے ہوئے خیمے میں جاتی ہیں اور پھر نکل آتی ہیں۔ میں نے بڑھ کر پوچھا کہ آپ کی کوئی قیمتی چیز رہ گئی ہے آپ نے فرمایا ہاں بہت قیمتی چیز میرے مظلوم بھیا کی نشانی بیمار سید سجاد ہے۔ اب اس وقت زینب نہیں وہ علی کی بیٹی اس وقت عباس بھی ہے اکبر بھی ہے قاسم بھی ہے یہی نہیں بلکہ حسین بھی ہے بیمار بھتیجے کو جلتے ہوئے خیمے سے نکالا۔ رات کا سناٹا ہے اب عباس نہیں جو نگرانی کریں اب تو حیدر کرار کی بیٹی ہے جو رات کے سناٹے میں بچوں کی نگہبان ہے آہ آہ۔ آج زینب پر کیسا وقت پڑا۔ ایک دن میں پورا گھر رخصت ہوا خیمے لٹ گئے سجادریں چھن گئیں اب تو صرف جلے ہوئے خیموں کی راکھ رہ گئی ہے اور سامنے صحرا میں دل کے ٹکڑوں کی لاشیں ہیں۔ کہیں شیر سا بھائی عباس شانے کٹوائے سو رہا ہے کہیں علی اکبر سینے پر برچھی کھائے محو خواب ہیں اور کہیں دور نشیب میں زینب کا بھیا ہے لیکن کس حالت میں بیروں سے بدن چھلنی گلا کٹ چکا ظالموں نے جسم پر کپڑے بھی نہ چھوڑے کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر انصار حسین کے لاشے ہیں۔ پھر زینب نے بے سہارا عورتوں کو جمع کیا جن کی گودیاں خالی ہو چکیں جن کی مانگیں اجڑ چکی ہیں پھر حسین کی امانت ان بچوں کو جمع کیا جو خیموں کے جلنے کے بعد صحرا میں بکھر گئے تھے۔ وہ یتیم بچے جو تین دن سے پیاسے تھے جنہوں نے دن کے ہولناک منظر دیکھے تھے اور ان کے کلیجے دہل گئے تھے وہ بلکتے ہوئے بچے جنہوں نے برستے ہوئے تیر دیکھے تھے وہ پیاسے بچے جن کے بزرگ تو شہید ہو کر کوثر کے جام پی چکے مگر یہ بچے ابھی پیاسے ہیں بنت زہرا بچوں کو جمع کرتی ہیں، جلی ہوئی قناتوں کے درمیان یہ اجڑا ہوا گھرانا بیٹھا ہے رات کا سناٹا اپنی پوری ہیبت لئے ہوئے چاروں طرف چھایا ہوا ہے لیکن علی کی بیٹی حیدر کرار کی وارث

ہی ہوئی ہاتھ میں ایک ٹوٹا ہوا نیزہ گرد قنات کے طلایہ پھیر رہی ہیں۔

کہاں ستائی ہوئی بیبیاں کہاں عباس

بس ایک شام غریباں ہے غم گساروں میں

ناگاہ سامنے سے ایک گرد اٹھی جب دامن گرد پھٹا تو دیکھا کہ ایک سوار نقاب پوش چلا آتا ہے جناب زینب سمجھیں کہ شاید اشقیا پھر ہمیں لوٹنے آرہے ہیں چند قدم آگے بڑھیں اور فرمایا اے سوار ابھی ابھی ہمارے بچے بھوکے پیاسے تھکے ماندے اپنے وارثوں کو روتے روتے سو گئے ہیں اس وقت ہیں نہ شاید صبح کو جس قدر چاہنا لوٹ لینا ہم یہاں سے کہیں چلے نہ جائینگے للہ اس وقت ہم پر رحم کر اے مال و اسباب کیسا اب تو سروں پر چادریں تک نہیں ہیں۔ مگر اس سوار نے کچھ خیال نہ کیا باگ اٹھائے بڑھتا چلا آیا۔ اے بیبیوں یہ بھی بیٹی ہیں شیر خدا کی بڑھ کر لگام فرس پر ہاتھ ڈال دیا اور فرمایا ہر چند میں تجھ سے فریاد کر رہی ہوں مگر تو نہیں مانتا یہ سننا تھا کہ اس سوار نے چہرے سے نقاب الٹ دی اور دونوں بانہیں زینب کی گردن میں ڈال دیں فرمایا اے میری مصیبت زدہ بیٹی زینب تم نے نہیں پہچانا میں تمھارا باپ علی ہوں۔ بس زینب تڑپ گئیں اے بابا اس وقت آپ کہاں تھے جب عباس کے شانے کٹے اکبر کے سینے پر برچھی لگی۔ ہائے ننھا مجاہد علی اصغر تیر حرملہ کا نشانہ بنا اے بابا اس وقت آپ کہاں تھے جب میرا بھیا آپ کا نازوں کا پالا فرزند حسین تین دن کا بھوکا پیاسا جلتی ہوئی ریت پر ذبح کر ڈالا گیا اے بابا خیمے جل گئے سروں سے چادریں چھن گئیں سکینہ کے کانوں سے گوشوارے طمانچے لئے گئے سکینہ یتیم ہوگئیں زینب بن بھائی کے ہو گئیں۔

گیارھویں مجلس

واذقال ربک للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفه

خلاق عالم حضرت آدم کے سلسلے میں اپنے حبیب سے مخاطب ہے اور فرمارہا ہے کہ اے رسول وہ وقت یاد کرو جب تمھارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں تو فرشتے تعجب سے کہنے لگے کہ کیا تو ایسوں کو خلیفہ بنائے گا جو زمین پر فتنہ و فساد کیا کریں حالانکہ اگر خلیفہ بنانا ہے تو ہمارا زیادہ حق ہے کیونکہ ہم تیری تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں تب خدا نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ صلوٰۃ۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل خلقت آدم علیہ السلام خدائے تعالیٰ نے زمین پر ایک آتشیں مخلوق کو پیدا کیا تھا اس مخلوق نے بہت نافرمانی، سرکشی اور خون ریزی کی اسی وجہ سے جب خدا نے حضرت آدم کی پیدائش کا ذکر کیا تو فرشتوں کو خیال ہوا کہ شاید یہ بھی ویسا ہی ہو چونکہ فرشتوں کو اپنے حسن عبادات تسبیح و تقدیس کا خیال تھا اس لئے انھوں نے اپنے کو نیابت الٰہی کا مستحق قرار دیا۔ فرشتوں کے اس دعوے پر خدا نے انھیں محمد و آل کے نور دکھائے اور پوچھا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ان کے نام بتادو۔ فرشتوں نے عاجزی ظاہر کی خدا نے حضرت آدم کو وہ اسماء تعلیم فرمادیئے اور حکم دیا تم فرشتوں کو ان سب چیزوں کے نام بتادو۔ جب حضرت آدم نے وہ نام بتادیئے تو فرشتوں سے

خدا نے کہا کہ کیوں میں نہ کہتا تھا کہ میں زمین و آسمان کی پوشیدہ چیزوں سے بھی آگاہ ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپائے ہوئے ہو اس سے بھی واقف ہوں۔

ذرا آیت کی شان دیکھئے خدا فرما رہا ہے کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہمیشہ میں زمین پر خلیفہ یعنی اپنا نائب اور اپنی حجت مقرر کروں گا۔ گویا اس بات کا صاف طور سے اعلان کیا جا رہا ہے کہ خلیفہ بنانے کا حق خود پروردگار عالم نے اپنے لئے مخصوص فرمایا ہے چنانچہ فرشتوں جیسے نوری مخلوق کے یک زبان ہو کر کہنے پر بھی خدا یہی فرما رہا ہے کہ نہیں اس معاملے میں اجماع قابل قبول نہیں۔ دل چاہتا ہے کہہ دوں کہ جب خلیفہ کے مقرر کرنے میں فرشتوں کا اجماع پیش خدا قابل قبول نہیں تو خاطی انسانوں کا اجماع کیسے قابل قبول قرار پا سکتا ہے اور کہنے دیجئے کہ اگر بعد رسول اسلام کوئی اجماع کے ذریعے خلیفہ منتخب کیا جا رہا ہے تو اس کا یہ انتخاب ناجائز ہے جب فرشتوں کے اجماع سے کچھ نہ ہو سکا تو انسانوں کے اجماع سے خلیفہ کیسے بن سکتا ہے یہ حق تو خداوند عالم نے بس اپنے لئے مخصوص فرمایا ہے۔ فللہ۔

فرشتوں کا یہ استدلال کہ کیا تو ایسے کو اپنا نائب بنائے گا جو زمین پر فتنہ و فساد برپا کرے اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفہ کو معصوم ہونا چاہیئے اب کوئی انبیاء کو معصوم نہ مانے تو اس کو کیا کیا جائے۔

غرضیکہ معلوم ہوا کہ خلیفہ بنانے کا حق خدا کے لئے مخصوص ہے اور انسانوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ خلیفہ خود منتخب کریں اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ فتنہ و فساد کے سوا کچھ نہیں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ خلافت کتنا اہم ہے لوگ کہتے ہیں کہ رسول اسلام نے اگر اپنی زندگی میں کسی کو اپنا نائب و خلیفہ بنا لیا ہوتا تو بعد کے جھگڑے کیوں پیدا ہوتے۔ میں کہوں گی کہ کیا رسول اسلام جو معمولی معمولی باتوں کو تعلیم کر گئے کیا اتنا اہم مسئلہ تشنۂ تعلیم چھوڑ سکتے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں ایسا نہیں ہے اگر ہم ایسا سوچتے ہیں تو یہ ہماری لاعلمی ہے رسول تو اپنے نائب اور وزیر کا بار بار اور مختلف طریقوں سے اظہار فرما گئے۔ کبھی شب ہجرت اپنے بستر پر علی کو سلا کر بتا دیا کہ دیکھو جو میری جان بچانے کے لیے اپنی جان پر کھیل جائے گا وہی میرا جانشین ہوگا۔ کبھی آپ نے فرمایا کہ اے علی تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی گویا مقصد یہ تھا کہ جیسے حضرت موسیٰ کے بعد حضرت ہارون ان کے جانشین تھے اسی طرح میرے بعد تم ہی میرے نائب بنو گے۔ صلوٰۃ۔

غرضیکہ کون سا ایسا موقع تھا جب رسول نے یہ نہ بتا دیا ہو کہ میرے بعد میرا جانشین کون ہوگا۔ رسول جنگ کے لیے تشریف لے گئے ہیں دشمن للکار للکار کر کہہ رہا ہے کہ کون ہے جو میرے مقابلے میں آتا ہے رسول مجمع سے مخاطب ہو کر پوچھ رہے ہیں کہ تم میں سے کون ہے جو اس دشمن دین کے مقابل میں جائے۔ وہی میرے بعد میرا خلیفہ اور میرا جانشین ہوگا مجمع پر سکوت طاری ہے۔ بس ایک علی ہیں جو اٹھ کر کہہ رہے ہیں کہ یا رسول اللہ میں حاضر ہوں رسول ہر بار علی سے فرماتے ہیں کہ علی بیٹھ جاؤ اور پھر اپنے اصحاب سے کہتے ہیں کہ تم میں سے کون ہے جو عمر کے مقابلے میں

جائے۔ میں کہوں گی کہ خلافت کے دعوے دار آج کہاں ہیں رسول صرگیا فرمارہے ہیں کہ آج جو اس دشمن کے مقابلے میں جائے گا وہی میرا جانشین ہوگا مگر آج کوئی بھی اس کام کے لئے تیار نہیں۔ صرف علی ہی بار بار کھڑے ہوکر اپنے کو پیش کر رہے ہیں تین بار کے بعد آخر کار رسول مقبول علی کو اجازت دیتے ہیں گویا رسول خلافت کا اعلان فرمارہے ہیں اب دنیا نہ کہے کہ اوروں کو تو موقع ہی نہیں دیا گیا کہ اپنے کو اس مقابلے کا اہل قرار دیتے رسول نے تو تین بار سوال کیا تھا اور ہر بار یہی کہا تھا کہ آج جو عمر کے مقابلے کو جائے گا وہی میرا نائب ہوگا مگر وہاں تو کوئی تیار ہی نہیں ہوا اور آخر کار علی کو ہی عمر کا سر کاٹ کر لانا پڑا۔ صلوٰۃ۔

دل چاہتا ہے کہ رسول سے دست بستہ عرض کروں کہ یا رسول اللہ آخر آپ نے اپنے سوال کو تین بار کیوں دہرایا پہلی ہی بار علی کو اجازت دے دیتے ممکن ہے جواب ملے کہ میں دنیا کو دکھانا چاہتا تھا کہ اگر علی کے سوا کسی میں میرے جانشین بننے کی صلاحیت موجود ہوتی تو ضرور سامنے آجاتا مگر تین بار کہنے پر بھی جب کوئی سامنے نہیں آیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس منصب کی اہلیت سوائے علی کے اور کسی میں نہیں تھی علی تو میرے خلیفہ بلا فصل ہیں۔ صلوٰۃ۔ تو معلوم ہوا کہ خلیفہ بنانے کا اختیار صرف خدا کو ہے چنانچہ اگر کسی نبی کو اپنا وزیر بنانے کی ضرورت پڑتی تو وہ بھی حکم خدا کے بغیر کسی کو اپنا وزیر نہیں بنا سکتا۔

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب زندان مصر سے آزاد ہوکر اس منزل پر پہونچے کہ خود عزیز مصر بن گئے تو انھیں اپنا وزیر بنانے کی فکر ہوئی۔ حکم خدا ہوا کہ یوسف تم علی الصباح فلاں

واستہ پر کھڑے ہو جاؤ اور جو پہلا شخص ادھر سے آئے بس تم اسی کو اپنا وزیر بنانا۔ حضرت یوسف نے یہی کیا۔ پہلا شخص جو نظر آیا وہ سر پر لکڑیاں لئے ہوئے تھا۔ حکم خدا کے مطابق حضرت یوسف نے اسی کو اپنا وزیر بنایا لیکن بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ بارالہا آخر اس شخص میں کیا بات تھی جو اس کو تو نے میرا وزیر بنانے کا حکم دیا۔ جواب ملا کہ یوسف تم اس شخص کو نہیں پہچانتے ہو۔ وہ وقت یاد کرو جب زلیخا نے تم پر الزام لگایا تھا تو گہوارے میں ایک بچہ تھا جس نے تمھاری صداقت کی گواہی دی تھی اور کہا تھا اور کہا تھا کہ اگر یوسف کا دامن آگے سے چاک ہو تو یوسف خطادار اور اگر ان کا دامن پشت سے چاک ہو تو زلیخا خطا دار۔ ارے یہی وہ بچہ ہے جس نے وہ گواہی دی تھی وہ بچہ اب جوان ہو گیا ہے اسی کو وزیر بنانے کے لئے میں نے تمھیں حکم دیا ہے۔ صلوٰۃ۔

معلوم ہوا جو نبی کی عصمت کی گواہی دے وہ شخص بھی خلافت کا نیابت رسول کا حقدار ہوتا ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ ذوالعشیرہ میں کون ہے جو بارگاہ محمد کی رسالت کی گواہی دے آپ کا بار ہا کا سنا ہوا واقعہ ہے۔

رسول خدا اپنے اعزہ و اقارب کو بلا کر اپنی رسالت کا اعلان فرماتے ہیں اور دعوت اسلام دے رہے ہیں۔ جو لوگ کل تک انھیں صادق و امین کہا کرتے تھے جو لوگ ان کے حسن کردار سے اتنا متأثر تھے کہ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھواتے تھے آج ان کی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں رسول دعوت اسلام دے رہے ہیں مگر کوئی قبول کرنے کو تیار نہیں بس ایک دس برس کا بچہ اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں آپ کی رسالت کی

گواہی دیتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ بچہ کون ہے۔ ارے یہ میرے اور آپ کے آقا امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں جو دعوت ذوالعشیرہ میں صداقت رسول کی گواہی دے رہے ہیں۔ صلوٰۃ

دل چاہتا ہے ایک بات کہتی چلوں جس نے سب سے پہلے رسول کی رسالت کی گواہی دی کیا اس کی خلافت کے اعلان کو رسول روک سکتے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ رسول نے تو اس کا اعلان فرمانا جزو تبلیغ رسالت سمجھا۔

کیا غدیر کا موقع یاد دلاؤں۔ واقعہ بیان کرنا منظور نہیں ہے بس اشارتاً عرض ہے۔ رسول اپنے آخری حج سے پلٹے غدیر کا میدان ہے آیت نازل ہوئی بلغ ما انزل علیک اے رسول اس امر کی تبلیغ فرما دیجئے جو آپ پر نازل کیا جا چکا ہے اور اگر آپ نے اس کی تبلیغ نہیں فرمائی تو گویا کار رسالت ہی انجام نہیں دیا۔

رسول نے مجمع کو روکا حکم دیا جو لوگ آگے چلے گئے ہیں ان کو واپس بلایا جو پیچھے تھے ان کا انتظار کیا ہزاروں کے مجمع سے رسول مخاطب ہو کر اپنی رسالت کا اقرار لیتے ہیں۔

اور علی کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے ارشاد فرماتے ہیں من کنت مولاہ فہٰذا علی مولا جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں صلوٰۃ

اب کوئی رسول پر یہ الزام نہ دے کہ انھوں نے مسئلہ خلافت کا کوئی حل پیش نہیں کیا ارے رسول کو تو اپنے مرض موت تک میں اس کا خیال رہا کہ میرے بعد لوگ گمراہ نہ ہونے پائیں چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ کاغذ و قلم لے آؤ تاکہ ایسی تحریر دے دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو

مگر آپ تو جانتی ہیں کہ رسول کے اس حکم کو کیسے ٹھکرا گیا۔ معاذ اللہ کہنے والے نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے ہمیں کتاب خدا کافی ہے۔ رسول نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ نکل جاؤ میری بزم سے اسی ناراضگی کی حالت میں آپ نے انتقال فرمایا۔ ذرا انقلاب زمانہ تو دیکھئے کہ ادھر رسول کی میّت بے غسل و کفن پڑی ہے ادھر سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت سازی کی رسم شروع کی جا رہی ہے۔ حضرت علی نے رسول خدا کو غسل دیا کفن پہنایا۔ ذرا انقلاب وقت دیکھئے جس رسول کے ساتھ حج وداع کے وقت لاکھوں کا مجمع تھا اس کے جنازے میں صرف تیرہ آدمی شریک تھے۔

ادھر علی نے نبی کو سپرد خاک کیا ادھر لوگوں نے مسلمانوں کے لئے خلیفہ بنا ڈالا۔ گویا ایک ایسی رسم کی بنا ڈالی جس سے احکام خدا کی خلاف ورزی ہوئی۔ حکم رسول پامال ہوا۔ اہلبیت کا حق غصب ہو گیا اور دنیائے اسلام فساد و فتنہ سے بھر گئی۔ چونکہ خلافت سازی کے اصول خود انسان کے بنائے ہوئے تھے اس لئے ان میں موقع اور محل کے اعتبار سے فرق کئے جاتے رہے کبھی کسی کو اجماع سے رسول کا خلیفہ بنایا گیا تو کسی کو استخلاف سے بنایا گیا کسی کا شوریٰ سے انتخاب ہوا گویا خلافت ایک کھلونا بن کر رہ گئی جو جس طرح چاہے کھیلے اور اسلام کو نقصان پہونچائے۔ اُمّت کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ رسول اپنا نائب خود بنا سکیں مگر خود ساختہ خلیفہ کو یہ حق مل گیا کہ انھوں نے اپنے بعد اپنے نائب کا انتخاب کر لیا۔ یہی وہ بدعتیں ہیں جن کی بدولت خلافت نے ملوکیت کی شکل اختیار کر لی۔ شراب نوشی عیش و عشرت بزم خلافت میں

داخل ہو گئے۔ مسلمانوں میں فتوحات و ملک گیری کی ہوس بڑھی جس نے آخر کار اسلام کے دامن پر یہ دھبہ لگا دیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ لوگ خلیفہ بن بیٹھے اور جو صحیح حقدار تھا اس کے گلے میں رسی ڈالی گئی سیدہ نے اپنے سر کے بال کھول دیئے۔

ابو سفیان نے حضرت علی سے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو میں فوج جمع کر دوں اور آپ کا حق آپ تک پہونچانے میں آپ کی مدد کروں حضرت علی نے کہا نہیں میں مسلمانوں میں خون ریزی نہیں کرانا چاہتا۔ اسلام جس کے پاس رہے رہے بس میری دعا ہے کہ وہ برقرار رہے۔ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی مگر جب بھی اسلام پر وقت پڑا آپ کو مدد کے لیے بلایا گیا اور آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ میں ہی ہوں جو نقش رسول و خدا سے خلافت کا صحیح حقدار ہوں۔

کبھی کوئی مشکل مسئلہ پڑا تو بغیر آپ کے حل کرنا مشکل ہو گیا۔ ہمیشہ حضرت علی نے مسئلوں کو حل کرنے میں خلیفۂ وقت کی مدد کی۔ چنانچہ ایک صاحب کو تو کہنا پڑا کہ اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا۔ صلوٰۃ۔

جب دنیا والوں نے مجبور کر کے خلافت ظاہری علی کے سپرد کی اور حضرت علی نے مصلحت وقت کو دیکھتے ہوئے اسے قبول کیا تو آپ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ خلیفۂ رسول کو کیسا ہونا چاہیئے۔ آپ کا معمول تھا کہ کبھی آپ پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھاتے تھے فرماتے تھے کہ جب تک مجھے یقین نہ ہو جائے کہ میری حکومت میں کوئی فاقے سے نہیں ہے میں کیسے پیٹ بھر کے کھانا کھا سکتا ہوں۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رعایا خالی پیٹ رہے اور خلیفہ کھانا کھالے میں پیش خدا کیا جواب دوں گا۔ صلوٰۃ

ایک مرتبہ آپ بیت المال میں مال تقسیم کر رہے تھے تو کوئی ملنے آگیا آپ اس سے باتوں میں مشغول ہوئے مگر جب تک یہ سلسلہ جاری رہا اتنی دیر کے لئے آپ نے بیت المال کا چراغ گل کر دیا۔ یہ دیانت داری تھی کہ آپ نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ جتنی دیر میں اپنے کام میں مصروف رہوں اتنی دیر بیت المال کے چراغ کا تیل صرف ہو۔

ایک بار آپ کے بھائی عقیل نے آپ سے کچھ روپئے طلب کئے آپ نے انھیں ان کے حصے کے برابر روپئے دیئے۔ حضرت عقیل نے اور روپئے طلب کئے تو آپ نے فرمایا کہ میں آپ کو آپ کے حصے سے زیادہ دیکر پیش خدا مواخذہ دار نہیں ہونا چاہتا۔

حضرت علی کے بعد خلافت الٰہیہ کا بار حسن کے کاندھوں پر آیا اور آپ نے بھی ثابت کر دیا کہ یہ منصب خدا کا عطا کیا ہوا ہوتا ہے۔ شہادت حسن کے بعد یہ عہدہ امام حسین علیہ السلام کو ملا اور بحمد اللہ حجت خدا آج بھی دنیا میں موجود ہے جو بحکم خدا ہماری اور آپ کی نظروں سے غائب ہے۔ خلافت کب کی ختم ہو چکی مگر امامت باقی ہے اور دنیا والوں کو بتا رہی ہے کہ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے قائم کیا ہوا ہے انسان اسے ختم نہیں کر سکتا تمہاری خلافت دنیوی تھی یہ دائمی ہے اور دنیا کبھی بغیر حجت خدا کے نہیں رہ سکتی صلوٰۃ۔

دنیا کے بنائے ہوؤں اور خدا کے مقرر کئے ہوؤں میں یہی فرق ہے کہ جو خود سے خلیفہ بن بیٹھے تھے انھوں نے اسلام کے نام پہ دوسروں کو اذیتیں پہونچائیں مگر جو خدا کے بنائے ہوئے تھے انھوں نے اسلام کے نام پر خود اذیتیں اٹھائیں۔

علی کے گلے میں رسی باندھی۔ حسن کو زہر دغا سے شہید کیا گیا۔ حسین نے
وطن چھوڑنا منظور کیا۔ نانا کی قبر اور ماں کے مزار سے جدا ہونا گوارہ کیا
صغرا کا فراق منظور کیا تین دن کی پیاس قبول کی باوفا اصحاب عباس جیسے
بھائی علی اکبر و علی اصغر جیسے فرزند قاسم و عون محمد جیسے بچوں کو قربان کرنا
منظور کیا مگر اسلام پر حرف آنا گوارہ نہ کیا۔ گویا یہ ثابت کر دیا کہ خدا کا دیا ہوا
منصب ہے تو اس منصب کے کچھ فرائض بھی ہیں۔

بس عزادار ان حسین ختم ہوئی میری تمہید خدا آپ کو سوائے غم حسین
کے اور کسی غم میں نہ رُلائے، تا زندگی آپ حسین کی صف ماتم بچھاتی رہیں
بہر حال حسین نے کربلا کے میدان میں سب کو قربان کر دیا بیبیاں اسیر
ہوگئیں سید سجاد ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ دیے گئے مگر ابھی مصیبتیں
ختم نہیں ہوئی ہیں۔ اب یہ لٹا ہوا قافلہ کوفہ و شام کی طرف روانہ ہوا۔
بے مقنع و چادر علی و فاطمہ کی بیٹیاں بے کجاوہ و عماری برہنہ اونٹ کی
پیٹھ اور زینب و ام کلثوم رسن بستہ۔ آگے آگے ایک منادی ندا دیتا جاتا
ہے کہ آؤ آؤ ان قیدیوں کا تماشہ دیکھو۔ غرضیکہ شمر کے تازیانہ کھاتی ہوئی
زینب و ام کلثوم کربلا سے روانہ ہوئیں۔

روایتوں میں ہے کہ روانگی کے بعد بھی ان مظلوموں کو پیٹ بھر کے
کھانا اور پانی نہیں ملتا تھا۔ چلتا ہوا قافلہ مقام حمص پر رکا۔ یزیدی
فوج کے لوگ بڑے آرام سے اتر کر کھانے اور پینے میں مصروف ہوئے مگر بیری
شاہزادیوں کے لئے بجز جلتی ہوئی ریت پر بیٹھ جانے کے اور کچھ نہ تھا جب جناب
سکینہ بہت پیاسی ہوئیں تو پھوپھی سے اجازت چاہی کہ اگر آپ اجازت
دیں تو شمر سے پانی مانگوں۔ زینب خاموش رہیں۔ سکینہ نے بڑھ کر شمر سے

پانی مانگا شمر ملعون اپنی فوج والوں کو پانی پلا رہا تھا، بچی کی بات کو کوئی جواب نہیں دیا بچی سمجھی شاید فوج والوں کو پلا کر مجھے دے گا ننھی سی پیاسی یتیمہ پانی کے انتظار میں خالی کوزہ ہاتھ میں لئے ہوئے شمر کے پیچھے پیچھے چلی جا رہی ہیں جب فوج والے سیراب ہو چکے تو ظالم شمر نے جانوروں کو پانی پلایا اس کے بعد بھی مشک میں پانی باقی رہا۔ اس ظالم نے مشک کا منھ سکینہ کی طرف کیا لیکن جب بچی نے پانی لینا چاہا تو شمر نے پانی زمین پر گرا دیا بچی تڑپ کر زمین پر گر پڑی فریاد کرنے لگی اے بابا آپ کے مرنے کے بعد بھی ظالموں کی عداوت کم نہیں ہوئی سکینہ اب بھی پیاسی ہے غرضیکہ اسی طرح کی اذیتیں پہونچاتے ہوئے وہ اہل ظلم اہلبیت محمد کو کوفے کی طرف لے چلے۔ جب قافلہ کوفہ کے بازاروں میں پھرایا جانے لگا اس حالت میں کہ آگے آگے نیزے کی نوکوں پر شہیدوں کے سر اور پیچھے بے والی و وارث لٹی ہوئی بیبیاں سید سجاد طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے۔

کوفے کے بازار میں ایک ملعونہ نے ایک پتھر اٹھایا اور سر امام مظلوم پر دے مارا جس سے سر اقدس سے تازہ تازہ خون بہنے لگا۔ زینب نے ایک نعرہ ادا کہ امامت کے چاند ابھی تو کمال کو بھی نہیں پہونچا تھا کہ تجھ کو گہن لگ گیا۔ اجرکم علی اللہ۔

سرِ امام کوفے کے بازاروں میں سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا جب دربار ابن زیاد قریب آیا تو بیبیوں کو ایک جگہ روک دیا گیا کیوں کہ اس وقت تک دربار کی آراستگی مکمل نہیں ہو سکی تھی۔ زینب کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے کہا کہ میں ننگے سر دربار ابن زیاد میں نہیں جاؤں گی۔ شمر ملعون نے تازیانوں پر تازیانے لگائے مگر آپ نہ مانیں۔ آپ نے فرمایا

اے سکینہ اے رقیہ اے کبریٰ و ام کلثوم میرے قریب آؤ میں ان اشقیاء کے لیے بددعا کروں گی تم لوگ آمین کہو۔ مگر اک بار جو آپ کی نظر سر حضرت سید الشہداء پر پڑی تو آپ نے دیکھا کہ بھائی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں سید سجاد نے کہا پھوپھی بابا کی مرضی یہی ہے کہ آپ دربار ابن زیاد میں سر برہنہ جائیں حسین نہیں چاہتے کہ ان کی محنت ضائع ہو جائے۔ ناچار زینب و ام کلثوم رباب و اُم لیلیٰ سب بیبیوں کو دربار ابن زیاد میں سر برہنہ جانا پڑا۔

حسینیت کی حفاظت میں بھی وہ سرگرمی
کہیں پہ تیغ کہیں بن گئیں سپر زینب

بارھویں مجلس

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل بیت ویطھرکم تطھیرا۔

ارشاد الٰہی ہو رہا ہے کہ اے اہلبیت رسالت ارادہ خدا ہے کہ وہ تم کو ہر رجز سے اس طرح پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

جس آیہ کریمہ کو میں نے اپنا سرنامہ کلام بنایا ہے اس کی شان نزول میں وہ مشہور و معروف حدیث ہے جو حدیث کساء کے نام سے ہمارا آپ کا سرمایۂ ایمان بنی ہوئی ہے۔ ہمارا ایسا کون سا گھر ہے جہاں اس کی تلاوت نہ کی جاتی ہو اور واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث شریف ہے بھی بڑی باعث

خیر و برکت ہے جہاں اسے پڑھا جاتا ہے وہاں ملائکہ رحمت نازل ہوتے ہیں اگر بیمار کے نزدیک پڑھی جاتی ہے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے اور یہ حدیث جملہ حاضرین محفل کی حاجت برآری کا باعث بنتی ہے۔

جناب صدیقہ طاہرہ سے منقول ہے کہ ایک روز جناب رسالتمآب تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے ضعف محسوس ہو رہا ہے مجھے چادر یمانی لا کر اڑھا د کچھ دیر بعد امام حسن تشریف لائے اور خوشبوئے رسالت محسوس کی تو پوچھ کہ اے مادر گرامی کیا میرے نانا تشریف لائے ہیں۔ جناب سیدہ نے فرما کہ ہاں اس چادر یمانی کے اندر موجود ہیں امام حسن جناب رسالتمآب کے قریب تشریف لائے اور اجازت کے بعد چادر کے نیچے داخل ہوئے کچھ یکے بعد دیگرے امام حسین علیہ السلام و حضرت علی ابن ابیطالب بھی تشریف لائے اور داخل کساء ہوئے۔ آخر میں جناب فاطمہ زہرا بھی چادر میں تشریف لائیں جب ان خمسہ نجباء کا اجتماع ایک مرکز میں ہو گیا تو خداوند عالم نے عرش پر اپنے ملائکہ کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم میں نے آسمان کا شامیانہ نہیں نصب کیا۔ میں نے زمین کا فرش نہیں بچھایا۔ میں نے روشن چاند اور سورج نہیں بنائے۔ میں نے دریاؤں میں روانی نہیں پیدا کی اور میں نے آسمانوں کو گردش نہیں دی لیکن صرف محبت ہے ان پانچ کی جو اس کساء یمانی کے نیچے ہیں۔ صلوٰۃ۔ ملائکہ نے دریافت کیا پالنے والے وہ کون پانچ ہستیاں ہیں جو زیر کساء ہیں۔ ارشاد ہوا میری کنیز خاص فاطمہ زہرا ان کے والد بزرگوار یعنی رسالتمآب ان کے شوہر نامدار یعنی علی مرتضیٰ اور ان کے دونوں فرزند حسن و حسین ہیں۔ صلوٰۃ۔

ذرا آج قدرت کے انداز تعارف پر غور کیجئے۔ یہ نہیں ارشاد ہوا کہ

نبی ہیں اور ان کے داماد و دختر اور دونوں نواسے۔ جب اگر تعارف کا طریقہ ہے کہ بزرگوں کے ذریعہ خوردوں کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ لیکن آج قدرت کا بدلا ہوا انداز بتا رہا ہے کہ جو شرف آج پنجتن کو ملنے والا ہے اس کی مرکزیت فاطمہ کو حاصل ہے۔ آج فاطمہ ہی ہیں جن کے گرد فضیلتیں گردش کر رہی ہیں۔ یہ فاطمہ کا شرف ہے کہ ان کو نبی جیسا باپ علی جیسا شوہر اور حسنین جیسے فرزند ملے۔ جبرئیل آگے بڑھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بارالہا کیا میں بھی چادر کے نیچے چلا جاؤں ارشاد ہوتا ہے کہاں جاؤ اور اجازت رسول کے بعد داخل کسا ہو جبرئیل آئے در بعد اجازت داخل کسا رہوئے اس کے بعد فرمایا کہ خدا بعد درود و سلام کے ارشاد فرماتا ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھلبیت ویطھرکم تطھیرا۔ کہ اے اہلبیت رسول ارادہ خدا ہے کہ وہ تم سے رجس کو دور رکھے اور تمھیں اس طرح پاک کر دے جو پاک کرنے کا حق ہے۔ صلوٰۃ۔

اللہ رے اہتمام قدرت ایک مرکز پر صاحبان تطہیر کو جمع کر لیا اور کسا کا بیت بنا یا تب آیہ تطہیر لیکر جناب جبرئیل کو بھیجا تاکہ ان پانچ کے علاوہ اور کوئی فرد اہلبیت میں شامل ہونے کا دعویٰ نہ کر سکے یہی تو وجہ تھی کہ جب ام سلمیٰ نے آکر پوچھا تھا کہ کیا میں بھی زیر کسا آجاؤں تو رسول نے فرمایا کہ ام سلمیٰ تم یقیناً حق پر ہو لیکن یہ منزل تمھاری نہیں ہے۔ مطلب یہ تھا کہ آیہ تطہیر کی مصداق ہونے کی اہلیت تم میں نہیں ہے۔ اب اگر کوئی اور بیوی یہ دعویٰ کرے کہ میں بھی رسول کے اہلبیت میں سے ہوں اور اس آیت کی مصداق ہوں تو اس کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہو جائے گا جیسا کہ شان نزول سے ظاہر ہے آج تو اہلبیت میں مرکزیت جناب فاطمہ کو حاصل تھی اس لئے رسول کی

کوئی زوجہ اس کی مصداق کہاں ہو سکتی ہے اور پھر رسول کی ایسی بیبیاں. جو احکام و احادیث رسول کی صریحی خلاف ورزیاں کرتی نظر آئیں مشہور حدیث رسول ہے کہ "اے علی تمھاری صلح میری صلح اے علی تمھاری جنگ میری جنگ" تو رسول کی جو زوجہ علی سے جمل میں جنگ کرتی نظر آئے گویا اس نے رسول سے جنگ کی اب وہ اہلبیت میں کہاں رہی صلوٰۃ۔

اور پھر جہاں تک اہلبیت کا تعلق ہے زوجہ تو زوجہ اگر اولاد نالائق ہے تو وہ اہل نہیں رہ جاتی۔ پسر نوح کا واقعہ قرآن میں موجود ہے جب طوفان نوح کا پانی بلند ہونے لگا اور قریب تھا کہ وہ پہاڑ بھی غرق ہو جائے جس پر پسر نوح چڑھ گیا تھا تو جناب نوح نے بےچین ہو کر خدا سے دعا کی کہ میرے لڑکے کو بچالے۔ اس پر جواب ملا کہ یہ لڑکا تمھارے اہل میں سے نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اہلبیت جو ہر سے ملتی ہے قرابت سے نہیں۔ اگر اہل نہیں تو فرزند بھی اہلبیت سے خارج اور اگر ایمان ہے تو غیر بھی اہلبیت میں شامل جیسا کہ مشہور حدیث رسول ہے کہ "سلمانُ مِنّا اھلبیت" یعنی سلمان ہم اہلبیت میں سے ہیں۔ گویا سلمان کو ان کے ایمان نے اہلبیت کا درجہ دیا۔ صلوٰۃ۔

اور اگر رسول کی بیویاں اہل ہوتیں تو کیا منزل مباہلہ پر نظر نہ آتیں حالانکہ آیت صاف صاف کہہ رہی ہے کہ تم اپنے بیٹوں کو لاؤ ہم اپنے بیٹوں کو لائیں، تم اپنی عورتوں کو لاؤ ہم اپنی عورتوں کو، تم اپنے نفسوں کو لاؤ ہم اپنے نفسوں کو اور اس کے بعد مباہلہ ہوا۔ اس وقت مجھے مباہلہ بیان نہیں کرنا ہے بس اشارہ کرنا تھا۔ آیت میں نساء کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا اطلاق عربی میں بیوی بیٹی اور ماں تینوں پر ہوتا ہے۔ اگر رسول چاہتے تو اپنی ازواج میں سے کسی کو لے سکتے تھے۔ لیکن ان پانچوں کے علاوہ کسی میں اتنی جلالت موجود تھی

جس کو دیکھ کر اہل نجران بھی قائل ہو گئے کہ ہم ایسی نورانی صورتوں سے مباہلہ کر کے خود کو ہلاکت میں نہیں ڈال سکتے۔ فاطمہ کو لیجا کر رسول یہ بتانا چاہتے تھے کہ ان کے علاوہ اور کوئی ہیں یہ اہلبیت ہی نہیں ہے کہ اسے ایسے امتحان کے وقت لے جایا جائے۔ اور پھر فاطمہ آیت میں نسار کے تینوں معنوں کو پورا بھی کر رہی تھیں وہ رسول کی بیٹی تھیں تو علی کی زوجہ اور حسنین کی ماں ذاکری کی صورت کو ملاحظہ کریں اگر نسار سے مراد بیٹی لیا جائے تو یہ مباہلہ نبی سے تھا۔ اگر بیوی مراد لیا جائے تو آیت کا رخ علی کی طرف ہو جائے اور اگر ماں مراد لیا جائے تو یہ آیت کا رخ حسنین کی طرف مراد لیا جائے۔ گویا رسول نے فاطمہ کو لے جاکر یہ بھی بتا دیا کہ مجھ میں علی میں اور حسنین میں کوئی فرق نہیں ہے مجھ سے مباہلہ ان سے مباہلہ ہے ان سے مباہلہ مجھ سے مباہلہ ہے۔ اسی طرح جو ان کے مقابلے پر آیا وہ گویا میرے مقابلے پر آیا۔ صلوٰۃ۔

یہی وہ اہلبیت تھے جن کی شان میں رسول کی صدہا حدیثیں ملیں گی کبھی حسنین کو جوانان جنت کا سردار کہا تو کبھی فاطمہ کو اپنے دل کا ٹکڑا بتایا۔ کبھی اپنے کو شہر علم کا تو علی کو اس کا دروازہ بنایا۔ یہی وہ تھے جن کی مودت اجر رسالت قرار پائی۔ یہی وہ تھے جن کے رسول کہہ گئے کہ میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی جو اس سے منحرف ہوا وہ غرق و ہلاک ہوا۔ انھیں کے لئے رسول فرما گئے کہ تمھارے درمیان میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن دوسرے میرے اہلبیت یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس جنت میں پہونچ جائیں۔ مطلب یہ تھا کہ قرآن کے ساتھ دامن اہلبیت بھی ہاتھ میں رکھو گے تو گمراہی سے دور رہو گے اور بتاؤں

قرآن و اہلبیت کا کہاں کہاں ساتھ رہا ہے کوئی ایسا موقع ہی نہیں جب قرآن صامت و قرآن ناطق میں جدائی ہوئی ہو۔ بغیر اہلبیت کے بتائے قرآن کی کسی آیت کی تفسیر پایۂ تکمیل کو نہ پہونچ سکی۔ ذرا قرآن و اہلبیت کی مناسبت تو ملاحظہ فرمایئے اگر قرآن ہدایت تو اہلبیت بھی ہدایت کا سرچشمہ اگر قرآن جزدان میں رکھا جاتا ہے تو اہلبیت کی بھی ایک فرد کو خدا نے پردہ غیب میں چھپا رکھا ہے۔ اگر قرآن نیزہ پر بلند کیا گیا تو اہلبیت سے بھی ایک کا سر بریدہ نیزۂ خولی پر بلند ہوا۔ اگر قرآن جلایا گیا تو اہلبیت کے خیموں میں بھی آگ لگی۔ اگر قرآن پارہ پارہ ہوا تو اہلبیت کے بھی دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ کربلا میں اگر حسین نے ایک مرتبہ قرآن کو ہاتھوں پر بلند کر کے فوج اشقیا سے پوچھا کہ بتاؤ کس آیت سے میرا قتل جائز ہے تو دوسرے بار علی اصغر کو بھی اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے اپنی بے گناہی کا ثبوت دیا۔ جن اہلبیت کی محبت کے لیے رسول نے بار بار ہدایت کی افسوس ہے دُنیا نے اتنی دشمنی برتی کہ سید سجاد کو کہنا پڑا کہ اگر لوگوں پر ہماری محبت کے بجائے دشمنی فرض کی جاتی تب بھی شاید ہم پر اتنا ظلم نہ ہوتا۔ کبھی کتاب خدا کو کافی کہہ کر اہلبیت کی فضیلت گھٹائی گئی۔ کبھی اہلبیت کے دروازے پر آگ لگائی گئی کبھی فاطمہ پر دروازہ گرایا گیا جس سے جناب محسن کی شہادت واقع ہوئی۔ کبھی علی کے گلے میں رسّی باندھی گئی تو کبھی حسن کو زہر دغا سے شہید کیا گیا۔ اور حسین پر تو ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی۔ وہ حسین جس کو رسول کہتے تھے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اس سے مطالبۂ بیعت کیا گیا گویا خود رسول سے بیعت مانگی گئی۔ اس دشمنی کی حد کہاں تک پہونچی ہے۔ کیا اہلبیت سے دشمنی رسول سے دشمنی نہیں ہے کیا رسول سے

دشمن خدا سے دشمنی نہیں ہے۔ مگر نہیں لوگوں نے اس دشمن کو فخر سمجھا۔ حسین نے بار بار اتمام حجت کی کوشش کی مگر وہ لوگ کہتے رہے کہ معاذ اللہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ حسین کیا کہہ رہے ہیں ان کے دلوں پر تو گویا گمراہی کی مہریں لگی ہوئی تھیں کہ ان کو حق بات کبھی حق نہیں معلوم ہوتی تھی۔ حسین نے بھی طے کر لیا تھا کہ سر کٹ جائے گھر لٹ جائے مگر اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں نہ دوں گا کیونکہ ان کو انا من الحسین کی لاج رکھنی تھی۔ اگر حسین بیعت کر لیتے تو اسلام اپنے صحیح خدوخال میں نہ ہوتا۔ گویا وہ اسلام آج ہمارے سامنے نہ ہوتا تھا جسے رسول عربی لے کر آئے تھے۔ گویا وہ تعلیمات نہ ہوتیں جن کے لیے رسول نے مشقتیں اٹھائی تھیں اور ان کی تعلیمات باقی نہ رہتیں تو رسول ہی کیا رہتے۔ اس طرح کربلا میں حسین کی قربانی عظمیٰ انا من الحسین کی تفسیر بن گئی۔ غرضیکہ آل رسول سے کچھ ایسی دشمنی روا رکھی گئی کہ مورخ اسلام کا سر شرم سے جھکا ہوا ہے۔ کیا زینب و ام کلثوم کی اسیری کوئی معمولی مصیبت تھی۔ کیا قتل حسین کے بعد باقی اماموں سے محبت برتی گئی۔ لا واللہ ہر امام کو اپنے دور کے یزید و معاویہ سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ اس حق و باطل کی جنگ کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ حسین نہیں رہے تو ان کے عزاداروں کے ساتھ ظلم ہو رہے ہیں۔ کچھ نہیں تو یہی اعتراض کیا جاتا ہے کہ حسین تو زندہ جاوید ہیں ان پر رونا کیا معنی ان پر ماتم کیسا تو میں یہی کہوں گی کہ کیا جناب حمزہ اپنے وقت کے سید الشہداء نہیں تھے تو پھر رسول نے کیوں خواہش ظاہر کی تھی کہ میرے چچا جناب حمزہ کی بھی صف ماتم بچھائی جائے اور ان پر بھی رویا جائے۔ اس طرح زندہ جاوید پر تو رونے کی خود رسول اسلام نظیر قائم کر گئے۔ اب رونے پر اعتراض تو رسول پر اعتراض

ہوا۔ اگر رونا مذموم ہے تو جناب یعقوب فراقِ یوسف میں کیوں روتے تھے
جب کہ ان کو یقین تھا کہ یوسف زندہ ہیں اور روئے بھی اتنا کہ روتے
روتے آنکھیں سفید ہو گئیں۔ خود قرآن مجید اس واقعہ کو بیان کر رہا ہے اور
یعقوب کو ان کے گریہ کے باوجود صابر کہہ رہا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ گریہ منافی
صبر بھی نہیں ہے۔ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کاغذ کے تعزیہ میں کیا خاص
بات ہے جس کا اتنا احترام کیا جاتا ہے۔ تو میں یہ کہوں گی کہ اگر ہم قبر حسین
کی شبیہہ بنا لیتے ہیں تو آپ کو کیوں کھلتا ہے اور اگر کسی مقدس چیز کی شبیہ
کی بھی عزت کی جائے تو اس میں کیا اعتراض اگر شبیہہ قابل تعظیم نہیں تو پھر
آپ مسجد کا احترام کیوں کرتے ہیں اس کو بھی تو کعبے سے نسبت حاصل ہے۔
مسجد ہی کا احترام نہیں کیا جاتا بلکہ حکم تو یہاں تک ہے کہ اس کی خاک یا
گرد کا بھی احترام کرو جو مسجد میں جمع ہو جائے اور اس کو صاف کر کے مسجد میں
ہی دفن کر دو۔ ارکان حج میں قربانی بھی ہے جو منیٰ میں ادا کی جاتی ہے اور چونکہ
اس قربانی کو ایک عظیم قربانی سے نسبت ہے اس لئے وہ رسّی بھی قابل احترام
ہو جاتی ہے جس میں جانوروں کو باندھ کر قربانی کے لئے لے جایا جاتا ہے جب
قربانی اسمٰعیل سے نسبت کی بنا پر وہ تمام چیزیں قابل احترام ہو جاتی ہیں
جو منیٰ میں دی جانے والی قربانیوں سے متعلق ہیں تو پھر جو حقیقتاً فدیہ
اسمٰعیل بنا اس سے نسبت رکھنے والی چیزوں کی عظمت کا کیا کہنا حسین ہی
تو وہ ذات تھی جس نے فدیہ اسمٰعیل بنا قبول کیا اور آپ "ذبح عظیم" کی زندہ
جاوید تفسیر بن گئے۔ لہٰذا کاغذ کی وہ ضریح قابل تعظیم جس کو تربت حسین سے
نسبت حاصل ہو جائے اور اہل ایمان پر اس کا احترام واجب آج ہر
گھر میں اس کی تربت کی شبیہہ کیوں نہ ہو جس کی میّت کربلا کی جلتی ہوئی

زمین پر تین دن بے گور و کفن پڑی رہی۔ (اجرکم علی اللہ)

سوال ہوتا ہے کہ سڑکوں پر حسین کے ماتم کی کیا ضرورت کیا گھر میں بیٹھ کر ماتم نہیں کیا جا سکتا تو جواب میں یہی دوں گی کہ ہم تو حسین کی اس فتح کا اعلان کرتے ہیں جو انھوں نے شہید ہو کر حاصل کی۔ ظاہر ہے کہ فتح کا اعلان بر سر عام ہوتا ہے گھر کے اندر نہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو فوج یزید کو کیا ضرورت تھی کہ وہ زینب و ام کلثوم کو سر برہنہ بازاروں میں پھراتی۔ ظاہر ہے کہ ان ظالموں کو اپنی ظاہری فتح کا اعلان مقصود تھا۔ حالانکہ یہ ان کی شکست کا اعلان بن گیا۔ زینب کی چھینی ہوئی چادر نے یزید کو بے نقاب کر دیا۔

حسین پر گریہ و بکا کر کے تو ہم رسول کی پیروی کرتے ہیں کیا رسول اس وقت نہیں روئے تھے جب جبرئیل امین نے آکر حسین کی خبر شہادت سنائی ؟ کیا بعد شہادت حسین رسول نے گریہ و بکا نہیں کیا ؟ مستند روایت ہے کہ روز عاشور جناب ام سلمیٰ نے پیغمبر خدا کو خواب میں دیکھا کہ آپ سر و پا برہنہ تشریف لائے ہیں اور آہ و زاری فرما رہے ہیں سبب پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ میرا حسین کربلا میں شہید کر دیا گیا۔ ام سلمیٰ جب خواب سے چونکیں تو انھوں نے دیکھا کہ ان شیشوں میں تازہ خون اُبل رہا ہے جن میں رسول کی دی ہوئی کربلا کی مٹی تھی۔ اجرکم علی اللہ۔

ہم نہ روئیں گے تو پھر کون روئے گا ہمارا تو مقصد خلقت ہی یہی ہے ہم تو پیدا ہی اسی لیے ہوئے ہیں کہ حسین کی صف ماتم بچھائیں حق ہے کہ حسین ایک کارنامہ عظیم انجام دے گئے ہیں اور ہمیں یاد تازہ رکھنا ہے ساتھ ہی وہ ہم سے ایک فرمائش بھی کر گئے ہیں۔ ان کی یہ فرمائش نہیں ہے کہ ہم جلسوں میں قیمتی فرش بچھائیں یا بجلی کی سجاوٹ کریں۔ ان کی یہ فرمائش نہیں

ہے کہ ہم مجلسوں میں اچھا تبرک تقسیم کریں لالا ولی اللہ۔ ان کی تو صرف ایک فرمائش ہے۔ سنئے جب رخصت بیمار فرزند کے سرہانے تشریف لائے تو بعد دیگر وصیتوں کے فرمایا کہ اے سید سجاد جب یہاں کی مصیبتوں سے فرصت ملے اور قید شام سے چھوٹ کر مدینے جانا تو ہمارے شیعوں کو ہمارا اسلام کہنا اور کہنا کہ اے دوستوں شرط وفا یہ ہے کہ جب ٹھنڈا پانی پینا تو ہماری پیاس کو یاد کر لینا۔ جزاکم ربکم۔

ذرا غور کیجیے کہ جس کے ذریعہ آقا نے یہ فرمائش بھیجی ہے اس پر کیا اثر ہوا ہوگا ہاں ہاں یہی تو وجہ تھی کہ جب سید سجاد وضو کے لئے ہاتھ میں پانی لیتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ وہ پانی اشکوں سے ممزوج ہو جاتا تھا ایک بار جناب منہال سے ان کی یہ حالت نہ دیکھی گئی کہا مولا کب تک روئیے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے انصاف نہیں کیا یعقوب سے ان کا ایک فرزند جدا ہو گیا تھا تو وہ اتنا روئے تھے کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی میرے سامنے تو اٹھارہ بنی ہاشموں کے جنازے نکل گئے۔ اس پر جناب منہال نے کہا کہ مولا شہادت تو آپ کی میراث ہے۔ اس پر بیمار کا اور زیادہ دل دکھا کہا منہال ہاں تم نے ٹھیک کہا شہادت ہمارے گھر کی میراث ہے تو کیا یہ بھی ہمارے گھر کی میراث ہے کہ ہماری ماں بہنیں بلوہ عام میں پھرائی جائیں۔ زینب و ام کلثوم کے ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوں اور ایک منادی آواز دے رہا ہو کہ آؤ اور ان قیدیوں کا تماشہ دیکھو۔ جزاکم ربکم۔

بعد شہادت حسین یہ لٹا ہوا قافلہ براہ کوفہ و شام میں ہے جب قافلہ کوفہ کے بازاروں تک پہونچا تو چونکہ بازار کی آرائش مکمل نہیں ہوئی ہے اس لئے قافلہ روکا گیا اور جب آرائش مکمل ہو گئی تو قافلہ آگے بڑھا صانع کا

عالم ہے کہ عورتیں چھجوں پر بیٹھی ہوئی تماشہ دیکھ رہی ہیں۔ قافلہ رک رک کر چل رہا ہے۔ ایک منزل پر مجمع کی کثرت کی بنا پر قافلہ رکا۔ تو سامنے چھجے پر بیٹھی ہوئی ایک عورت بڑھی جناب زینب سے مخاطب ہوئی اے بی بی میں نے قیدی بہت دیکھے مگر ہائے تم سا قیدی نہیں دیکھا گود میں بیٹھی ہوئی بچی سکینہ کو دیکھا وہ مومنہ بولی اے بی بی اس بچی نے ہاتھ میں خالی کوزہ کیسا ہے کیا یہ بچی پیاسی ہے۔ جناب زینب نے جواب دیا ہاں وہ مومنہ دوڑ کر بچی پانی لائی اور خوشامد کرنے لگی اے بی بی میں نے سنا ہے کہ یتیموں کی دعا مقبول ہوتی ہے تمہاری بچی جب پانی پی لے تو میرے لئے دو دعائیں کروا دینا۔ زینب نے سکینہ کو پانی پینے سے روکا۔ دعا پوچھی اس مومنہ نے کہا بی بی دعا کرو میرے بچے یتیم و اسیر نہ ہوں۔ ننھی سکینہ نے اپنے ننھے ننھے ہاتھ بلند کئے بار الٰہی جس طرح تو نے مجھے یتیم و اسیر کیا ہے اس عورت کے بچے اس طرح سے یتیم و اسیر نہ ہوں۔ دوسری دعا پوچھی کہا بی بی دعا کر دیں مدینہ پہونچ جاؤں۔ قیدی زینب نے وطن کا نام سنا بے قرار ہو کر پوچھا تمھیں مدینہ میں کس سے ملنا ہے۔ کہا دعا کر دو وہاں میری شاہزادہ جناب سیدہ کا گھر ہے کہا وہ اب اس دنیا میں نہیں۔ مومنہ بولی میری شاہزادی زینب تو ہیں ام کلثوم تو ہیں۔ اب زینب نے غور سے دیکھا آپ کی آزاد کردہ کنیز ام حبیبہ تھی۔ بس سر کے بال ہٹائے۔ اے ام حبیبہ دعا نہ کرو میں ہوں تیری دکھیاری زینب آگے آگے نیزہ پر جو سر تلاوت کرتا جاتا ہے وہ تیرے آقا حسین کا سر ہے جس بچی کو تو نے پانی پلایا ہے وہ حسین کی یتیم بچی ہے۔

ام حبیبہ نے اپنا سر پیٹ لیا ہائے میرا آقا سہیلا ہو گیا ہے۔ ہائے میری بی بی اسیر ہو گئیں۔

تیرھویں مجلس

قال اللہ: وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللہُ۔

خداوند عالم اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرمارہا ہے "نہیں کرتے ہو تم کوئی کام مگر جو اللہ چاہتا ہے"۔

سورہ ہل اتیٰ کی مشہور آیت جس میں پروردگار عالم نے اہلبیت کی مدح کی ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ جو خدا کی مرضی ہوتی ہے وہی تم کرتے ہو۔ صلوٰۃ۔

یہ پورا سورہ اہلبیت کی شان میں نازل ہوا جہاں جہاں اہلبیت کی شان میں آیت نازل ہوئی وہاں رسول کا ساتھ ضرور تھا مثلاً آیت تطہیر وغیرہ میں اہلبیت و رسول ساتھ تھے وہیں آیت نازل ہوئی۔

نہیں کرتے ہو تم کوئی کام مگر جو اللہ چاہتا ہے یعنی جو خدا کی مرضی ہوتی ہوتی ہے وہی اے اہلبیت تم کرتے ہو۔ میں کہوں گی وہ صاحب اہل و کمال تھے ان میں اتنی صلاحیتیں تھیں کہ وہ مرضی خدا کے مطابق کام کرتے تھے ورنہ ایک عام انسان کسی کی مرضی کے مطابق کام نہیں کرسکتا۔ پیغمبروں نے حکم مانا مگر جس کا جتنا علم تھا اتنا حکم مانا۔ آدم کو پیدا کیا تو کوئی نہ تھا بجز ملک و جن کے مگر جب اللہ پاک نے اس پتلے میں جان ڈال دی اور حکم ہوا کہ سجدہ کرو تمام ملک سربسجود ہو گئے صرف ابلیس نے سجدے سے انکار کر دیا۔ حکم ہوا میرے آسمان سے نکل جا۔

آدم کو حکم دیا کہ گندم نہ کھاؤ مگر آدم نے کھا لیا۔ عیسیٰ کو حکم دیا تو کہا کہ

خضر کے پاس جاؤ اور سیکھو۔ جناب جناب عیسیٰ نے خضر سے مدت تک علم حاصل کیا تب آپ کو علم آیا مگر اہلبیت کو کسی نے نہ سکھایا نہ کسی نے سکھایا انھوں نے خود وہ کرکے دکھایا جو مشیت الٰہی میں تھی۔ صلوٰۃ۔

شب ہجرت علی بستر رسول پر سوئے اور ایسا سوئے کہ اپنا نفس تک فروخت کر ڈالا مگر چونکہ رضیِ الٰہی سے سوئے لہٰذا وہ نیند بھی علی کی عبادت قرار دی گئی۔ صلوٰۃ۔

اسی طرح یوم خندق علی کی ایک ضربت عبادت ثقلین سے افضل قرار دی گئی کیوں؟ اس لئے کہ خدا کی مرضی سے ضربت چلی۔

رسول جب مکہ میں تھے تو اتر یعنی شمال کی جانب سجدہ کرتے تھے جس طرف سے خانہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں سامنے پڑتے تھے مگر جب مدینہ آئے تو مشکل آئی کشمکش میں تھے کہ کس طرف کو سجدہ کریں لہٰذا خدا نے رسول کی مشکل یوں آسان کی کہ کعبہ میں علی کا زچہ خانہ بنا کر بتا دیا کہ ادھر سجدہ کرو۔ لیجئے مشکل حل ہوگئی۔ صلوٰۃ۔

رسول و اہلبیت کا ساتھ رہا برابر آیتیں ترقی رہیں مگر جب روزوں کا ذکر ہوا پے در پے روزے رکھے تب رسول کو خدا نے الگ رکھا یعنی یہ صرف اہلبیت کا امتحان تھا۔ واقعہ آپ نے بارہا سنا ہے۔

ایک مرتبہ بچپن میں حسنین علیہ السلام بیمار ہوئے جب رسول کو علم ہوا تو آپ کچھ لوگوں کے ساتھ عیادت کے لئے تشریف لائے اور جناب امیر علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ بہتر ہوتا کہ تم اپنے بچوں کی صحت کے لئے نذر کرتے یہ سنتے ہی جناب امیر جناب فاطمہ اور جناب فضہ تینوں نے تین تین روزوں کی نیت مانی غرض کہ جب دونوں صاحبزادے صحت یاب ہوئے اور ایفائے نذر کا وقت

آیا تو تینوں نے روزے کی نیت کی۔ بچوں کو معلوم ہوا تو بچوں نے بھی روزے کی نیت کی گھر میں کھانے کا کچھ سامان نہ تھا جناب امیر علیہ السلام گھر سے باہر نکلے ابھی چند ہی قدم گئے ہوں گے کہ دیکھا شمعون یہودی بیٹھا ریشم کات رہا تھا جناب امیر نے کہا لاؤ میں کات دوں گا۔ شمعون نے ریشم علی کو دیا اسکی اجرت کے تین صاع جو علی کو دیئے۔

حضرت علی ریشم اور جو لے کر گھر میں تشریف لائے۔ سیدۂ عالم نے اپنے ہاتھوں سے ریشم کاتا جو پیسے روٹیاں تیار ہوئیں۔ اب افطار کا وقت آتا ہے ابھی آپ حضرات روزہ کھولنے کا ارادہ ہی فرما رہے تھے کہ دروازے سے آواز آئی۔

السلام علیک یا اہل بیت محمد۔ یعنی اے اہلبیت محمد آپ پر میرا سلام ہو میں ایک مسلمان مسکین ہوں مجھے کچھ کھانے کو دو خدا تمھیں کھلائے گا اور جنت کے خوان عطا کرے گا اس آواز کو سنتے ہی پانچوں حضرات نے اپنی اپنی روٹیاں اٹھا کر سائل کو دے دیں اور صرف پانی سے روزہ افطار کیا۔ دوسرے دن پھر سب نے روزہ رکھا سیدۂ عالم نے ریشم کاتا جو پیسے روٹیاں تیار کیں افطار کے وقت سب حضرات کھانے بیٹھے ہی تھے کہ ایک یتیم نے آواز دی اور پانچوں حضرات نے آج بھی اپنی اپنی روٹیاں اسے دے دیں اور صرف پانی ہی سے روزہ افطار کیا۔

تیسرے روز پھر سب کا روزہ ہے آج بھی افطار کے وقت وہی افطاری سب کے سامنے ہے یعنی ایک ایک جو کی روٹی اور ایک کوزے میں آب۔ ابھی آپ حضرات روزہ کھولنے جا ہی رہے تھے کہ دروازے سے پھر وہی آواز بلند ہوئی السلام علیک یا اہلبیت محمد۔ میں ایک مسلمان قیدی ہوں اور

بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانے کو دو خدا تعالیٰ اس کے عوض جنت کے خوان عطا فرمائے گا۔ آج تینوں پانچوں حضرات نے اپنی اپنی روٹیاں دے دیں چوتھے روز رسول تشریف لائے دیکھا بچوں کا برا حال ہے اور فاطمہ زہرا محو عبادت ہیں میں اور ان کا شکم مبارک بھوک کی شدت سے پیٹھ سے لگ گیا ہے یہ دیکھ کر حضرت کو بہت رنج ہوا سیدہ عالم نے باپ سے واقعہ بیان کیا آپ کو بڑی تکلیف ہوئی آپ نے بارگاہ خداوندی میں پیام عرض کیا کہ بارالٰہا کیا تو یہی چاہتا ہے کہ میرے اہلبیت بھوکے مر جائیں۔ اسی وقت جبرئیل امین سورہ ہل اتیٰ لے کر نازل ہوئے اور کہا کہ آپ کے اہلبیت کی سعی کو سعی مشکور قرار دیا گیا ہے اور تحفہ ہل اتیٰ قبول فرمایئے صلوٰۃ

کیا کہنا جناب سیدہ کا ان کی پکائی ہوئی روٹیوں کے صلے میں خداوند عالم جنت کی بہترین نعمتیں عطا فرما رہا ہے اور ان کے اس عمل کو قابل شکر گذاری کہہ رہا ہے۔

حق تو یہ ہے اہلبیت اطہار ہی کے عمل کی برکت تھی کہ آج اسلام اپنے صحیح خدوخال میں موجود ہے۔

اہلبیت رسول اگر ایک طرف وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ پر عمل کیا تو دوسری طرف اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لے لی۔ اہلبیت نے بڑی بڑی قربانیاں دے کر اسلام ہم تک پہونچایا ہے اور آج انہیں قربانیوں کی ہم یاد مناتے ہیں تو اسے بدعت کہا جاتا ہے۔

یہ ہے جو ابھی ابھی رسول اللہ کے جملے نقل کئے ہیں ہائے ہائے اے اللہ کیا میرے اہلبیت بھوکوں سے مر جائیں یہ کسی شیعہ حدیث سے نہیں بلکہ اہلسنت حضرات کی مشہور حدیثوں سے نقل کر رہی ہوں گویا رسول اللہ نے یہ بات صاف

کر دی کہ اہلبیت کی مصیبت پر ہائے ہائے کہنا کوئی بدعت نہیں ہے آج لوگ سب سے زیادہ قابل اصلاح جنابِ حسین کی عزاداری کو سمجھ رہے ہیں کہتے ہیں رونا دھونا ماتم کرنا بدعت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اہلسنت کی کتاب میں ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ہر مومن کے لیے آسمان و زمین دو دروازے ہیں ایک دروازے سے اس کا عمل آسمان پر جاتا ہے اور دوسرے دوسرے دروازے سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے پس جب وہ مرجاتا ہے تو دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔

مشکوۃ کی حدیث ہے کہ جب رسول اللہ کے صاحبزادے جناب ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ نے گریہ فرمایا اور جب جنگ احد میں جناب حمزہ شہید ہو گئے تو آپ ڈاڑھیں مار کر روئے اور فرمایا کہ آج سے زیادہ میں کبھی مصیبت زدہ نہ ہوں گا ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ بلند آواز سے روئے جب مدینے کی عورتیں شہدائے احد پر روئیں اور حمزہ کے گھر سے رونے کی آواز رسول کے کان تک نہیں پہونچی تو نہایت درجہ افسوس و حسرت کے ساتھ فرمایا کہ افسوس حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں۔ علامہ شبلی سیرت النبی میں لکھتے ہیں کہ انصار نے جب یہ الفاظ سنے تو تڑپ اٹھے سب نے جا کر اپنی بیویوں کو حکم دیا کہ دولت کدہ پر جا کر جناب حمزہ کا ماتم کرو۔ حضرت نے دیکھا کہ دروازے پر پردہ نشینان انصار کی بھیڑ اور حمزہ کا ماتم تھا اور آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ تمھاری ہمدردی کا شکر گذار ہوں۔

اللہ اللہ اپنے وقت کے سید الشہداء کے ماتم کے لیے تو رسول کا یہ اصرار تھا تو اس شہید اعظم کے ماتم کے لئے جو قیامت تک کے لیے سید الشہداء رہے گا جس نے اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دی اس کے لئے

ول کا کیا ارشاد ہو گا۔

افسوس دشمنان اسلام کی سیہ کاروں کو چھپانے کے لئے لوگوں نے کیا کیا
چلیں سوچیں۔ کبھی عزاداری کو بدعت کہا اور کبھی کہا کہ ہم زندہ جاوید کا ماتم
ہیں کرتے۔

تو میں ان سے پوچھوں گی کہ کیا حمزہ شہید ہو کر زندہ جاوید نہیں ہو گئے جبکہ
رآن میں صریحی آیت موجود ہے کہ شہیدوں کو مردہ نہ سمجھو۔ تو پھر ان کا ماتم
ول نے خود کیوں کیا اور لوگوں کو ان پر رونے کے لئے کیوں نہیں منع کیا۔ ظاہر
ہے کہ رسول ہی نے رہتی دنیا تک کے لئے سیرت قائم کر دی کہ شہید پر رونا بھی جائز
ہے اور اس پر نوحہ و بکا بھی جائز ہے ہم تو فقط نواسہ رسول کی یاد میں روتے
یا یہ تو محبت کا تقاضا ہے اور فطرت انسانی ہے کہ جب کوئی ایسا شخص جس کو
ہم عزیز رکھتے ہیں دور چلا جاتا ہے تو اس کی یاد آنے پر رونا آجاتا ہے اگر کسی کی
دیں رونا بدعت ہے تو لوگ جناب یعقوب کو کیوں نہیں منع کرتے قرآن میں موجو
ہے کہ جناب یعقوب فراق یوسف میں اتنا روئے کہ آنکھوں کی بینائی باقی رہی جبکہ
ان کو یقین تھا کہ یوسف زندہ ہیں روسکتے ہیں اور اُن کا رونا اس قابل
ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم اس کا ذکر قرآن میں فرمائے تو ہم جگر گوشہ رسول کا
تم کرتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ زندہ جاوید ہیں اگر ان پر روتے
یں تو یہ بدعت کیسے ہوا۔

اور پھر حسین پر کون نہیں رویا کیا حضرت آدم نہیں روئے۔ حسین کی
پیدائش سے بہت قبل حسین کی مصیبت پر جناب آدم روئے۔ جناب نوح
روئے۔ جناب موسیٰ روئے یہاں تک کہ ہر پیغمبر روتا رہا۔ اور خود رسالتماب روئے
آپ نے بارہا سنا ہے یہ وہ وقت تھا جب جناب جبرئیل امین آپ کے پاس

خبر شہادت لے کر آئے تھے اس وقت آپ پر بہت رقت طاری ہوئی تھی۔ جناب فاطمہ نے یہ کیفیت دیکھی تو تاب نہ رہی تھی اور اس کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا تھا کہ میری پارہ جگر تم اس کی تاب نہ لاسکوگی مگر آپ نے حق کی قسم دی تو آپ نے فرمایا کہ علی تم ذرا فاطمہ کا بازو سنبھالو۔ اس وقت حسن وحسین بھی موجود تھے فاطمہ نے پوچھا کہ بابا یہ واقعہ کب ہوگا تو رسول نے فرمایا کہ یہ واقعہ اس وقت ہوگا جب نہ میں ہوں گا، نہ تم ہوگی، نہ علی ہوں گے نہ حسن ہوں گے۔ اس پر ماں نے تڑپ کر پوچھا کہ بابا تو پھر میرے بچے پر روئے گا کون آپ نے فرمایا کہ فاطمہ تم نہ گھبراؤ خدا ایک قوم کو پیدا کرے گا جس کے مرد کربلا کے مردوں کو روئیں گے اور جس کی عورتیں کربلا کی عورتوں پر روئیں گی جس کے بچے کربلا کے بچوں کا ماتم کریں گے۔ یہ سن کر حسین نے ننھے ننھے ہاتھ اٹھا کر پوچھا تھا نانا جان آپ میرے رونے والوں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے اس پر رسول نے فرمایا تھا میں روز محشر ان کی شفاعت کروں گا۔ علی سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ میں ان کو جام کوثر سے سیراب کروں گا۔ فاطمہ سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ بیٹا میں روز محشر سر کے بال کھول دوں گی اور جب تک وہ بخشش نہیں دیئے جائیں گے جنت میں قدم نہیں رکھوں گی میں کہوں گی اے بی بی اے میری شہزادی ذرا دیکھئے تو کہ اس وقت آپ کے لال کے کتنے ماتم کرنے والے ہیں رونے والے ہیں اجرکم علی اللہ

بہرحال حسین پر آنسو بہانے والی بیبیوں آج ہم اس یتیمہ کا ذکر سننے آئے ہیں جس نے ہماری محبت میں کیا کیا تکلیفیں جھیلی ہیں۔

روایات بتاتی ہیں کہ جب حسین خیمے سے رخصت ہو کر میدان کی طرف چلے تو آپ کا چلتا ہوا گھوڑا رکا حسین گھوڑے سے اترے دیکھا ننھی سکینہ گھوڑے

کے سموں سے چمٹی ہے۔ حسین نے بچی کو گود میں لے لیا تسلی و دلاسا دیا۔ بچی نے کہا بابا آپ کے بعد سکینہ پانی کس سے مانگے گی ایک قطرہ آب سے سیراب کرتے جائیے۔ حسین کیا جواب دیتے اپنا نیزہ زمین پر مارا ایک چشمہ نمودار ہوا تین دن کی پیاسی بچی نے اپنا خالی کوزہ پانی سے بھر لیا مگر حسین نے سکینہ کا بازو تھاما اے سکینہ ایک طرف یہ پانی ہے دوسری طرف نانا کی امت اے بچی پانی پیئے گی یا نانا کی امت کو بخشوائے گی۔ ننھی سی بچی نے پانی پھینک دیا کہا اے بابا اس چشمہ کو بند کر دیجیے سکینہ پیاسی ہی رہے گی مگر نانا کی امت کو بخشوائے گی۔ حسین شہید کر دیئے گئے۔ بیبیاں اسیر ہو کر زندان شام میں لائی گئیں اندھیرا زندان بچے سہمے اور پریشان ایک دن جناب سکینہ یاد پدر میں روتی ہو کر سو گئیں سوتے سوتے جو اٹھیں تو بے قرار ہو کر رونا شروع کیا بابا کہہ کر پکارنے لگیں۔ بیبیاں سمجھ گئیں کہ بچی نے باپ کو خواب میں دیکھا ہے۔ گریہ کا شور بلند ہوا جب یزید کو معلوم ہوا کہ سکینہ نے باپ کو خواب میں دیکھا ہے اور رو رہی ہیں تو اس نے کیا غضب کیا خوان میں سر حسین رکھوا کر سرپوش سے ڈھانک کر زندان میں بھیجدیا۔ تڑپتی ہوئی بچی دوڑی سرپوش اٹھایا باپ کا کٹا ہوا سر دیکھا لبوں منھ پہ منھ رکھدیا اے بابا آپ کا سینہ نہ ملا تو سکینہ نیند بھر کر سو نہ سکی بابا شمر نے طمانچے مارے تازیانے لگائے یہ کہتے کہتے بچی خاموش ہو گئی بیبیاں سمجھیں سکینہ کو غش آگیا مگر رباب نے بڑھ کر جو گود میں لیا تو ایک نعرہ کیا آہ سکینہ نے دنیا سے رحلت کی۔ سکینہ کا ماتم ہوا گریہ کے شور سے یزید کو معلوم ہوا۔

سید سجاد نے اسی زندان میں ننھی سی قبر کھود کر بچی کو دفن کر دیا۔

جب بیبیاں قید سے رہا ہو کر چلیں تو کیا عجب کہ قافلہ اسیران اہل حرم

جناب زینب نے تڑپ کر کہا ہو۔

کیا دار پر بلا میں اکیلی رہو گی تم
تاریکیوں کے خوف سے ہلکان ہو گی تم
کون آ کے قید خانے میں شمعیں جلائے گا
بے سایہ دن میں کب تمھیں آرام آئے گا
کس طرح چھوڑ دوں تمھیں تنہا بس اب اٹھو
زنداں سے جا رہی ہوں سکینہ بس اب اٹھو

پہونچوں گی جب وطن تو قیامت یہ آئے گی
ڈھونڈے گی اور تم کو نہ ہمشیر پائے گی
کیا ہوگا درد ہجر کی ماری بہن کا حال
دیکھا نہ جا سکے گا تمھاری بہن کا حال
رو رو کے جان کھوئے گی صغرا بس اب اٹھو
زنداں سے جا رہی ہوں سکینہ بس اب اٹھو

چودھویں مجلس

قال اللہ: فلیضحکو قلیلاً ولیبکو کثیرۃً ط

خداوند کریم اپنی عظیم کتاب میں ارشاد فرما رہے ہے کہ ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ صلوٰۃ۔

پروردگار عالم نے اس آیت میں رونے کی رغبت دلائی ہے اور رونے کو

وجہ نجات قرار دیا ہے اور زیادہ ہنسنے کی مذمت فرمائی ہے۔ اگر زیادہ غور کیا جائے تو انسانی فطرت میں پروردگارِ عالم نے دونوں چیزیں ودیعت کی ہیں ہنسنا اور رونا دونوں فطرتِ انسانی ہیں اس لئے ہنسی کا سبب تعجب ہے اور رونے کا سبب رنج و غم ہے لیکن بعض حالتیں انسان پر ایسی گزرتی ہیں گزرتی ہیں کہ جس میں بلا تعجّب کے ہنسی اور بلا رنج و غم کے رونا ظہور میں آتا ہے مثلاً بچوں کی ہنسی اور ان کا رونا بالعموم ان دونوں اسباب کے وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے کچھ اور ہی اسباب ہیں۔

روایات بتاتی ہیں ایک مرتبہ مفضّل نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ بچّوں کی ہنسی اور ان کا رونا بغیر تعجّب و الم کے ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا اے مفضّل کوئی بچّہ ایسا نہیں ہے جو کہ اپنے امام کو نہ دیکھتا ہو اور اُن سے مناجات نہ کرتا ہو۔ اے مفضّل بچوں کی نظروں کے سامنے جب تک ان کے امام ہوتے ہیں تب وہ خوش ہو ہو کے ہنستے ہیں جب امام ان کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو جاتے ہوتے ہیں تو بچے بچین ہو ہو کر رونے لگتے ہیں۔ صلوٰۃ۔

جب ہم اس قولِ امام کو تجربہ کی کسوٹی پر جانچتے ہیں تو ایک ایک لفظ صحیح معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اکثر ہم بچوں کو دیکھتے ہیں کہ بچے بلا کسی وجہ کے ہنستے یا روتے رہتے ہیں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیفیت ہر بچہ کی ہے یا اس سے مراد اطفال مومنین ہیں یا غیر مومنین کیونکہ اس کیفیت میں ہر بچہ مبتلا معلوم ہوتا ہے لیکن جب ہم اس آیت پر نظر ڈالتے ہیں کہ کل مولود یولد علیٰ فطرۃ الاسلام یعنی ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ صلوٰۃ۔

لیجیے مشکل حل ہو گئی۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ہر بچہ کے سامنے امام

تشریف لاتے ہوں اس لئے کہ بچہ "مومن و مسلم ہوتا ہے" لیکن علمائے نفسیات نے یہ طے کر دیا کہ وہ تمام نفسیات جو ماں باپ میں پائے جاتے ہیں وہی تمام نفسیات بچوں میں بھی پائے جاتے ہیں اس لئے ہم کو ماننے پڑے گا کہ پیدائش کے وقت بچوں میں وہی نفسیات جو ان کے ماں باپ میں ہیں آجاتے ہیں جب یہ بات طے ہوگئی تو مومن کے بچوں میں مومن کے نفسیات ہوں گے اور کافر کے بچوں میں کفر کی جھلک پائے جائے گی اور کفار کے بچوں کی ہنسی اور رونے کا سبب الگ ہوگا اس لئے کہ جب کافر کا بچہ بڑے گا وہ وقت ہوگا جب امام اس کے سامنے کھڑے ہوں گے اور کفر باطل اسلام کے سامنے اپنی تباہی پہ آنسو بہائے گا اور جب امام اس کے سامنے نہ ہوں گے تو کافر کا بچہ مسکرا دے گا لیکن مومن کا بچہ امام کی موجودگی سے خوش و خرم رہے گا اور غیبت امام سے رنجیدہ ہو کر رو دے گا بچوں کی ہنسی قرآن مجید کے اس حکم کے خلاف نہیں ہے جس میں پروردگار عالم نے رونے کو ہنسنے پر ترجیح دی ہے رونے اور ہنسنے کے موانع ذکر کرنے سے طول ہوگا ہم اور آپ یہاں حسین مظلوم کی صف ماتم بچھانے کے لئے جمع ہوئے ہیں حسین مظلوم کا واقعہ ایسا ہے جس کو سننے سے کس کا دل نہ دکھے گا۔ رسول جس کے سبب سے دنیا پیدا ہوئی ہو اور اسی کے فرزند کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر انتہائی ظلم کے ساتھ شہید کر دیا جائے۔ منجملہ تمام مصائب کے اہلبیت نبوی پر ایک یہ بھی مصیبت تھی کہ کوئی اپنے وارثوں پر رو نہیں سکتا تھا۔ حالت یہ تھی کہ جب مصائب حسین پر کسی کے آنسو نکل آتے تھے تو اشقیا نیزوں سے اذیت دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ یزید اپنے کردار پہ پشیمان تھا اور اس نے امام زین العابدین کو زندان سے بلا کر رہائی کا پیغام سنایا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی پھوپھی سے

پوچھ لوں۔ جب امام نے جناب زینب سے سارا ماجرا بیان کیا تو جناب زینب نے کہا اے بیٹا سید سجاد یزید سے جا کر کہو کہ ہم اپنے وارثوں کو دل کھول کر رونا چاہتے ہیں کیونکہ اگر بھائی کے غم میں ہمارا ایک بھی آنسو گرتا تھا تو ہمیں نیزوں سے اذیت دی جاتی تھی۔

بنت علی کے اس پیغام پر یزید کو اور پشیمانی ہوئی اس نے ایک مکان خالی کرا دیا اور حسین کی پہلی مجلس برپا ہوئی۔ شام کی عورتوں کو خبر ہوئی تو جوق در جوق آنے لگیں اور زینب کو ان کے بھائی کا پرسہ دینے لگیں۔ آٹھ دس دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد جب یہ قافلہ مدینے کے لئے روانہ ہوا تو بیبیاں ایک بار پھر زندان میں تشریف لے گئیں اور قبر سکینہ پر گریہ کیا۔ بی بی سے رخصت ہو کر قافلہ چلا اور کربلا ہوتا ہوا مدینے پہونچا۔ بیرون مدینہ قیام ہوا۔ سید سجاد نے نعمان بن بشیر سے کہا کہ جا کر میرے آنے کی خبر مدینے میں کر دو۔ نعمان بن بشیر نے اہل مدینہ کو اس لٹے ہوئے قافلہ کی آمد کی اطلاع دی اور کہا کہ اے مدینے والو اب یہ مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا۔ ہمارا آقا مولا حسین تین دن کا بھوکا پیاسا کربلا کے میدان میں قتل کر دیا گیا۔ اس درد انگیز آواز نے سارے مدینے میں تہلکہ مچا دیا۔ ابن بشیر کہتا ہے اے مدینے والو یاد مولا کا لاشہ تین دن تک گرم ریگ پر پڑا رہا اور سر اقدس نیزے پر بلند کر کے شہر بشہر دیار بہ دیار پھرایا گیا۔ یہ سنکر اہل مدینہ گھروں سے باہر نکل آئے۔ سر و پا برہنہ منھ پر طمانچے مارتے ہوئے وامحمدا اور واحسینا کے نعرے بلند کرنے لگے۔ افسوس وہ بیمار بیٹی جو عرصے سے اپنے باپ بھائی کی منتظر تھی جب اس نے یہ خبر سنی تو جناب ام سلمہ کے ساتھ بیرون مدینہ تشریف لائیں مگر دلوں میں سوائے امام زین العابدین علیہ السلام کسی کو نہ دیکھا تو ایک

...یب کو پوچھنا شروع کیا۔ کبھی علی اکبر کو پوچھا کبھی قاسم کو دریافت کیا عباس
عون محمد کو پوچھا زینب نے تڑپ کر کہا اے بیٹی صغرا سب راہ خدا میں شہید
ہو گئے۔ جناب صغرا پچھاڑیں کھا کر بیہوش ہو گئیں۔ جب ہوش میں آئیں تو ایک
ایک بی بی کی گود دیکھنا شروع کی پوچھا میرا ننھا مسافر علی اصغر کہاں ہے
بیبیوں نے تڑپ کر کہا بیٹی وہ بھی باپ کے ہاتھوں پر حرملہ کے تیر کا نشانہ بن گیا
اے بی بی مردوں میں سوائے بیمار سیّد سجاد کے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ جناب
صغرا نے سکینہ کو دریافت کیا۔ بیبیوں میں ایک کہرام برپا ہوا۔ کہا اے صغرا
کیا بتاؤں سکینہ نے زندان میں گھٹ گھٹ کر جان دے دی۔ ہم اسے زندان
شام میں دفن کر کے آئے ہیں۔ ہائے اس بچی کو مدینہ آنے کی بڑی تڑپ تھی۔

اور جب قافلہ مزار رسول پر پہونچا زینب نے خون بھرا پیراہن قبر رسول پر
ڈال دیا اور دونوں بازو ضریح انور کے تھام کر عرض کرنے لگیں اے نانا آپ
کی زینب آپ کے فرزند حسین کی سنانی لے کر آئی ہے جب یہاں سے رخصت
ہوئی تھی تو ہمارا گھر بھرا ہوا تھا لیکن نانا آپ کی امت نے ہمارا بھرا ہوا
گھر اجاڑ دیا ہمارا حسین ہماری آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیا گیا اے نانا ہماری
گودیاں سونی ہو گئیں ہماری مانگیں اجڑ گئیں اے نانا جس حسین کو آپ نے
زبان چسائی تھی اسی حسین کو تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا گیا۔ نانا میں
آپ کے پاس فریاد لے کر آئی ہوں۔ میرے عباس کے بازو قلم ہوئے میرا علی اکبر
سینہ پر برچھی کھا کر شہید ہوا۔ قاسم کے جنازے پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

جناب زینب قبر رسول سے لپٹی ہوئی ہیں اور مدینہ کی عورتیں سر اپا
مصائب پر آنسو بہا رہی تھیں! اتنے میں قبر رسول لرزنے لگی اور آواز آئی
اے میری بچی زینب اب خاموش ہو جاؤ کہ قیامت کے آثار نمودار ہو گئے

جزاءکم۔

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ایک ضعیف شخص اپنے غلاموں کا سہارا لئے ہوئے
چلے آرہے ہیں۔ بی بیاں آپ سمجھ گئی ہوں گی یہ جناب محمد حنفیہ تھے۔

لٹے ہوئے قافلے کو دیکھا بھائی کی یاد آگئی گریہ طاری ہوا فریاد کی
اے میرے بھیا حسین تم نے شہادت کا درجہ حاصل کرلیا مگر میں اس سے
محروم رہا۔

آگے بڑھے بیمار کربلا کو گلے سے لگایا اے میرے بھائی کی نشانی ارے
جلد بتاؤ کہ کربلا میں کیا ہوا۔ بیمار امام پیچھے ہٹے کہا چچا گلے سے نہ لگایئے گلے
میں زخم ہیں جناب محمد حنفیہ نے دیکھا سارا گلا زخموں سے بھرا ہوا ہے بے قرار
ہوکر پوچھا یہ زخم کیسا۔ کہا چچا کس طرح ظلم کی داستان سناؤں جب میرا بابا کربلا
کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا کربلا میں شہید کردیا گیا سارے جوان ذبح
کردیئے گئے بچے تک شہید کردیئے گئے تب ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پیروں
میں بیڑیاں اور گلے میں طوقِ خاردار پہنا کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام
لے گئے یہ سنتے ہی محمد حنفیہ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگئے

سب سے آخر میں جناب زینب اپنے گھر تشریف لے گئیں اس وقت
ب کو بیقرار اپنے بچے عون و محمد آگئے سوچا اب اپنے والی کو کیا منھ دکھاؤں
ن کی امانت کربلا میں رہ گئی۔ اجڑا ہوا گھر دیکھا جناب عبداللہ موجود نہ
ے ایک کونے میں بیٹھ کر گریہ کرنے لگیں۔ ناگاہ جناب عبداللہ تشریف لائے
ب نے جناب زینب کو پہچانا نہیں فرمایا اے عورت تو کون ہے میرے گھر
ے مسافر باہر گئے ہوئے ہیں بدشگونی نہ کر۔ اب جناب زینب کے دل پر ایک
جو لسنہ پڑا۔ فرمایا واہ اب اپنے بھی ایسے ہو گئے کہ نہیں پہچانتے۔ جناب

عبداللہ نے آواز پہچانی کہا یہ آپ کا کیا حال ہے۔ جناب زینب نے عون و محمد کا پرسہ دیا واقعۂ کربلا بیان فرمایا جناب عبداللہ نے ایک نعرہ بلند کیا۔ واحمدا واحسینا کا ماتم ہوا۔

آگیا مدینے میں قافلہ اسیروں کا
میر کارواں لیکن لوٹ کر نہیں آیا
پوچھتے ہیں سب شہ کو کیا جواب دیں زینب
قتل ہو گئے بھیّا کس طرح کہیں زینب

تنویر المجالس

بیگم رضا عارف رضوی، لکھنؤ